صحابہؓ معیارِ حق ہیں

مودودی مسلک پر نقد و نظر

اس مختصر تحریر میں صحابہ کرامؓ کے معیارِ حق ہونے پر سیر حاصل بحث ہے۔ اور یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ جماعتِ اسلامی کے امیر مودودی صاحب کا یہ مسلک، کہ صحابہ کرامؓ معیارِ حق نہیں ہیں، اور صحابہ کرامؓ کی تنقید لازم اور ضروری ہے صحابہ کرامؓ آئمہ سلف، اور فقہائے اُمت کے فکر و نظر کا مخالف اور قرآن شریف کی آیات کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا مزاحم مذہب ہے۔ اور نیز یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ جماعتِ اسلامی کے امیر مودودی صاحب نے اس غلط اور فاسد مسلک کی نسبت کرنے میں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ پر صریح افتراء کیا ہے۔ اور امتِ مسلمہ کے دوسرے فقہائے کرام کے نام پر دروغگوئی میں بڑی جرأت کی ہے۔

قیمت فی جلد دو روپے

انتساب

احقر الانام جس پاکیزہ نفس کبیر العلم جامع کتاب مُبین حامیِ دینِ متین، فرید العصر حضرت علامہ شیخ التفسیر لاہوریؒ کے فیضِ صحبت سے اس خدمتِ گرامی کے لائق ہُوا۔ اور حضرت شیخؒ کے گرامی قدر صاحبزادہ اور جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور کے نامِ نامی سے جن کی عزیز عمر کتاب وسنّت کی تبلیغ اور اتباعِ سلف صالح کی دعوت کیلئے وقف ہے۔ میں نیاز مندانہ اس تالیف کا انتساب کرتا ہوں۔

امین الحق عفی عنہ یطورہ ضلع

خطیب جامع مسجد شیخوپورہ۔ (پاکستان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

عہدِ نبوّت کے بعد آج تک ہر عصر میں اہلِ علم اور عوام کو رسالت مآبؐ کے صحابہ کے اخلاص، طہارت، پاکیزگی، علم اور حسنِ عمل، دین کی تبلیغ اور دینی امور کی حفاظت کے اہتمام کا عقیدہ اور اعتراف رہا ہے۔ ہر عصر کے اہلِ علم نے صحابہ کے آثار کے اختلاف سے خوف کھایا ہے۔ اور اجتناب کیا ہے۔ خود صحابہ نے صحابہ کے آثار اور سیرت کی اتباع اور تقلید کی ہے۔ اور دوسروں کو اتباع اور تقلید کی وصیت فرمائی ہے۔ صحابہ کے بعد تابعین نے ہمیشہ صحابہ کے آثار کو اپنے لئے اسوہ رکھا۔ اور دوسروں کو اسوہ بنانے کے لئے کہا ہے۔ آئمہ فقہائے اربعہ نے اپنے لئے اس وقت اجتہاد اور قیاس کو جائز جانا ہے۔ جب ان کو صحابہ کے آثار نہیں ملے ہیں۔ آئمہ فقہاء نے ایک ضابطہ کی شکل میں اپنے قیاس اور اجتہاد پر صحابہ کے اجتہاد اور قیاس کو مقدم رکھا ہے۔ فقہائے اربعہ کے متقدمین میں اگر کسی ایک صاحب نے صحابہ کے اقوال کے بارہ میں کچھ شبہ ڈالا ہے۔ تو دوسرے نے اس کی مخالفت کی اور جواب دیا ہے۔ شوافع میں اسمٰعیل ابن یحییٰ مزنی متوفی ۲۶۴ھ سے صحابہ کے اقوال کی حجیت کے خلاف ابن عبدالبرؒ نے کچھ شبہات نقل کئے ہیں۔ اگرچہ ابنِ عبدالبرؒ نے مزنی کی بحث کا جواب نہیں لکھا۔ مگر مزنی کے مخالف صحابہ کے اقوال کی حجیت کے بارہ میں ابنِ عبدالبرؒ نے ابن سیرینؒ، حسن بصریؒ، سفیان ثوریؒ قاسم ابن محمد ابن ابی بکر، عمر ابن عبدالعزیز ابن شہاب زہریؒ، ربیعۃ الرائے حضرات کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اور حنفیہ میں ابوالحسن کرخیؒ متوفی ۳۶۰ھ نے بھی

مزنی کی طرح شبہات کا اعادہ کیا ہے۔ امام سرخسیؒ نے اپنی کتاب اصول میں اس کو مفصل لکھا ہے۔ اور اس کی ایک ایک دلیل کو توڑا اور جواب لکھا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابوالحسن کرخیؒ نے صرف امام مزنی کی تقلید میں صحابہ کے اقوال کی حجیت کے خلاف کچھ لکھا ہے۔ اور ان دونوں حضرات کی بحث میں فرق نہیں معلوم ہوتا۔ اور امام سرخسیؒ کا جواب دونوں کی بحثوں کا مفصل اور مدلل جواب ہے۔ ان دونوں حضرات کو سب سے بڑا شبہ یہ ہے۔ کہ قرآن شریف نے اختلاف کی مذمت کی ہے۔ اور قرآن شریف نے اختلاف کی صورت میں کتاب اور سنّت کی طرف رجوع کرنے کا امر فرمایا ہے۔ مگر ان حضرات نے اس پر توجہ نہیں فرمائی۔ کہ قرآن شریف جس قسم کے اختلاف کی مذمت کرتا ہے۔ وہ اس قسم کا اختلاف ہے جس نے دین اور ملّت کی اجتماعی ہیئت کو تباہ کیا، دین میں تفرقہ ڈالا، مسلمانوں میں تعاون اور مودت کا رشتہ توڑ دیا اور مسلمانوں کو پارٹیوں اور گروہ بندی میں تقسیم کر دیا ہے۔ لیکن صحابہ کا اختلاف اس قسم کا نہ تھا (صحابہ کا اختلاف اجتہادی تھا، فروعی تھا۔ اس میں گروہ بندی نہ تھی۔ اور تشیع نہ تھا۔ صحابہ ایک مسجد میں اور ایک دوسرے کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ خصومت، موافقت اور مخالفت کے تصور سے ان کے دماغ خالی تھے۔ صحابہ کے اختلاف میں رخصت اور عزیمت دونوں پہلو ہوتے ہیں) اور نصوص میں ہر ایک محتمل معنے پر عمل کرنے کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اور ان حضرات نے اس پر بھی توجہ نہیں فرمائی، کہ اللہ کی کتاب اور رسولؐ کی سنّت کی طرف اس وقت رجوع کرنا ممکن ہوتا ہے۔ جب کتاب اور سنّت کے نصوص میں حکم موجود ہوتا ہے۔ اور ایسی صورت میں کسی وقت بھی صحابہ کے آراء یا اقوال میں اختلاف نہیں ہوا ہے۔ اگر ایسا اتفاق ہوا بھی، کہ کسی صحابی نے ایسی رائے کا اظہار کیا جو کتاب و سنّت کے خلاف تھی، تو اس نے اپنی رائے کو

چھوڑ دیا، اور رائے رائے نہ رہی اور قول قول نہ رہا۔ اور نیز مسلمانوں کو صحابہ کے اقوال پر ایسے وقت رجوع اور توجہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کہ اقوال صحابہ کے علاوہ کتاب اور سنّت میں حکم نہیں ملتا ہے۔ صحابہ کے اقوال کتاب اور سنّت کے حزب مخالف نہیں ہیں۔ اہلِ علم اس لئے صحابہ کے آثار کو کتاب اور سنّت کے مقابلہ پر نہیں لاتے ہیں۔ بلکہ صحابہ کے آثار میں کتاب اور سنّت کے ایسے مفہوم کی وضاحت چاہتے ہیں۔ جس کو کتاب اور سنّت نے اپنے نصوص میں بیان نہیں فرمایا ہے۔ صحابہ کے آثار کی تقلید اور اتباع میں ہم کتاب اور سنّت کے علاوہ کسی تیسرے امر کی طرف رجوع نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ صحابہ کے آثار اور اقوال کی راہ سے کتاب اور سنّت کے مفہوم تک ہم پہنچنا چاہتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسمٰعیل مزنی اور ابوالحسن کرخی کے ادعا اور اختلاف سے بحث ختم نہیں ہوتی۔ دین کی بنیاد کتاب اور سنّت پر ہے۔ کتاب اور سنّت کی تفصیلات میں قریب بصراحت صحابہ کی اتباع اور تقلید کے مؤید احکام مذکور ہوئے ہیں۔ اگر ان دو حضرات نے اُمّت کے ہر عصر کے علماء کی اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے۔ تو ان کی مخالفت کی کوئی قدر اور قیمت نہیں ہے۔ اور اُمت مسلمہ کیلئے اسمٰعیل مزنی اور ابوالحسن کرخی کے اختلاف کو شرعی دستور بنانا مسلمانوں پر سب سے بڑھ کر ظلم ہے۔ اور اہلِ علم اس کو بڑی حماقت سمجھتے ہیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ اسمٰعیل مزنی اور ابوالحسن کرخی نے اپنے اس فکر کو ایک علمی بحث کی حیثیّت سے دیکھا اور جانا ہے۔ اور اہلِ علم نے اس حیثیّت سے اس کو نقل کیا اور اس کی تردید کی، اور اس کا جواب لکھا۔ یہ صرف جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب اور اس کے متبعین مودودی صاحبان کو فخر ہے کہ صحابہ کے آثار کی مخالفت کی تحدی کرتے ہیں۔ اور صحابہ کے آثار پر تنقید

اور ان کی ضروری مخالفت کو جماعتِ اسلامی کے دستور میں شامل کر لیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ جماعت اسلامی کا یہ خیال اور عقیدہ دین میں صحت مند نہیں ہے۔ مسلمانوں میں اس تحدی نے تفرقہ ڈالا اور صحابہ کے بارہ میں تنقید اور ان کے آثار کی مخالفت میں ذہنی آوارگی پیدا کر دی اور صحابہ کے اقوال کے مسترد کرنے میں اور ان کے اقوال پر تنقید کی ضرورت سمجھنے میں درحقیقت جماعتِ اسلامی کے امیر مودودی صاحب نے سُنّت کے مسترد کرنے اور سنّت پر تنقید کرنے کی ضرورت کی رائے دی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ صحابہ کبھی سنّت کو روائیت کرتے ہیں۔ اور کبھی اس کی روائیت کے بغیر اپنے فتویٰ اور اپنے قول میں اس کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ صحابہ کی عام عادت ہے۔ اگر آپ نے کسی صحابی کا قول مسترد کر لیا۔ تو آپ ایسی سنّت کو مسترد کرتے ہیں۔ جس کو صحابی نے اپنی روائیت میں ظاہر نہیں کیا تھا۔ اور اپنے فتویٰ اور قول میں ظاہر فرمایا ہے۔

جماعتِ اسلامی کا عقیدہ

ترجمان القرآن نومبر ۱۹۶۳ء میں "کیا صحابہ کرام معیارِ حق ہیں"۔ کے عنوان سے ملک غلام علی صاحب کے قلم سے ایک مقالہ شائع ہُوا ہے۔ اور صحابہ کے معیارِ حق ہونے کا انکار کیا ہے۔ اور صحابہ کے اقوال کی حجیت کے خلاف قرآن شریف سے ایک ایسی دلیل بھی لکھ دی ہے۔ جس کو مقالہ نویس نے اپنے زعم میں زیادہ مضبوط جان کر اسمٰعیل مزنی اور ابوالحسن کرخی کی بحث سے نقل کیا ہے۔ اور اصول سرخسی میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ اور حدیث میں ایسی دلیل بھی نقل کر دی۔ جو ان کے خلاف ہے۔ مگر اس میں تحریف کر دی ہے۔ اور امام غزالیؒ کے قول کو اپنی تائید میں ملک صاحب نے نقل کیا ہے۔ مگر امام غزالیؒ نے جو اس حدیث کی تاویل کی ہے۔

اس کے لکھنے اور نقل کرنے سے بھی ملک صاحب نے پہلو تہی کی ہے۔ شاید امام غزالی کی تاویل کو ناپسند کرتے ہوں گے!۔ اور اس مقالہ میں اس حدیث پر بھی کہ میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ ناقص اور عامیانہ لکھا۔ اور اپنی تائید میں حنفیہ اور شافعیہ کے مسلک کے نقل کرنے میں سراسر خیانت کی ہے۔ اور اپنی بے بصیرتی کا ثبوت دیا۔ امام غزالیؒ اور امام شوکانیؒ کے اقوال کو بھی اپنی تائید میں نقل کیا ہے۔ مگر یہ صاحبان بھول جاتے ہیں۔ کہ جب جماعت اسلامی کے امیر اور تمام مودودی صاحبان صحابہ کے اقوال سے احتجاج کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ تو دوسرے حضرات علماء اور عوام سے اس قدر سوئے ظن کیوں ہے۔ کہ دین کے ایک اہم مسئلہ میں امام غزالیؒ اور امام شوکانیؒ کے اقوال اہلِ علم دلیل اور حجت سمجھتے ہیں۔ جماعت اسلامی کا یہ عقیدہ فتنہ اور مفسدہ ہے۔ اس لئے اہل علم اس کی تردید اور مخالفت کرتے ہیں۔

جماعت اسلامی کی مخالفت کی وجہ یہ ہے

جماعت اسلامی کے امیر اور اس کے متبعین نے جب اپنا یہ دستور بنا لیا ہے۔ کہ دین کے معاملہ میں کتاب اور سنّت کے بعد قیاس اور اجتہاد پر اعتماد کیا جائے گا۔ اور صحابہ کے اقوال پر تنقید کی ضرورت ہے۔ اور قیاس اور اجتہاد کی تائید کے بغیر اور قیاس اور اجتہاد سے مقدم صحابہ کے اقوال باور اور اعتماد کے قابل نہیں ہیں۔ تو اہلِ علم نے اس فضول اور نالائق خیال کی مخالفت کی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اللہ کی کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات اور آپ کی سنّت کو دین کے نظام میں مربوط کر دیا ہے۔ اور دین کے نظام کی ترتیب

کے وقت صحابہ کرامؓ نے قریب تر ہو کر دین کے اس تمام نظام کو دیکھا اور اس کے مزاج کے تمام مناسبات روش اور چال ڈھال اور اس کے مشابہ تمام متعلقات کو رسالت مآبؐ کی صحبت میں جانا اور سمجھا۔ اور زبان سے سنا۔ اور اس دین کی حفاظت کے لیئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو نبوت کی صحبت میں جمع کر دیا تھا اور اس خداداد قوت کو رسالت مآبؐ لے کر آگے بڑھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس نے سب سے پہلے دین کے اس نظام میں رخنہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی تو اس نے صحابہ کے خلاف بداعتمادی اور سوئے ظن کا طوفان اٹھایا ہے۔ اور بڑی تدبیر اور گہری سازش کے ساتھ اس نے جھوٹ اور افتراء کا دھواں اٹھایا جس میں بینائی رکھنے والوں کو بھی دن میں رات دکھائی دیتی تھی۔ اور اس کی تاریکی میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے خلاف خصوصیت کے ساتھ بداعتمادی اور منشائے نبوت کے خلاف کاروبار چلانے کا پروپیگنڈہ کیا گیا۔ صحابہ کے عقیدتمندوں اور ان کی راہ چلنے والوں پر ایسے لغو اور مفسدانہ تحریک کا اثر نہیں تھا۔ مگر امت کی وحدت میں عظیم تفرقہ اور فتنہ اٹھانے کیلیئے اور اصحاب نبوت کی مخالفت میں دین کے نظام کی برہمی کا اور مبتدعانہ منکرات کی راہ کو ہموار کرنے کا ایسی لغو تحریک میں فتنہ اندازوں کو یقین تھا۔ اس لیئے جس وقت بھی جو صاحب صحابہ کی شخصیت کے بارہ میں بے احتیاطی اور بے اطمینانی کی راہ چلتا ہے۔ تو اہلِ علم اور متدین طبقہ محسوس کرتا ہے۔ کہ پھر اس راہ سے دین کے خلاف خطرات کے لانے کا ارادہ کیا گیا ہے۔

دین میں صحابہؓ کا مقام

صحابہؓ کے دِل اور دماغ میں آفتابِ نبوت نے اس قسم کی روشنی ڈالی تھی۔

کہ جن احکام میں ابھی وحی نہیں آئی ہے۔ اور جن مسائل میں صحابہ کو ابھی وحی کا علم نہیں ہوا ہے۔ اور ایسے احکام کے بارہ میں صحابہ نے اپنے آراء کا اظہار فرمایا اور اس کے بعد وحی آئی تو اس آنے والی وحی نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ صحابہؓ کے وہ ارشادات اللہ کی وحی اور سنّت نبوی کے مطابق ہیں۔ حافظ ابنِ قیمؒ اعلام الموقعین رائے محمود کی پہلی قسم میں لکھتے ہیں۔ بدر کے قیدیوں کے بارہ میں اور ازواج مطہراتؓ کے حجاب کے بارہ میں اور مقامِ ابراہیم کے مصلّٰی بنانے کے بارہ میں حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق قرآن شریف اترا ہے۔ اور اسی طرح دوسرے واقعات میں حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق وحی آئی ہے۔ اور بنی قریظہ کے بارہ میں حضرت معاذؓ نے حَکَم کی حیثیت سے جب فیصلہ سنایا۔ تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ آپ نے اللہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ اور مفوضہ کے بارہ میں ابن مسعودؓ کا فیصلہ سن کر اشجع کے لوگوں نے کہا۔ ہم شہادت دیتے ہیں۔ کہ بروع بنّت واشق کے بارہ میں حضورؐ نے بھی ایسا فیصلہ کیا تھا۔ صحابہ کی رائے کی یہ شان اور مقام ہے۔ کہ وحی آنے سے پیشتر اور سنّت کے علم ہونے سے پہلے اللہ کی وحی اور حضورؐ کی سنّت پر ان کے قلوب مائل ہوتے اور جم جاتے ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔ صحابہ کی رائے کی جب یہ شان ہے۔ تو اس پر یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ ان کی رائے ہمارے لئے ہماری رائے سے خیر اور بہتر ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو۔ صحابہ کی رائے ایسے قلوب سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی طرف سے نور ایمان، حکمت، علم، معرفت اور فہم سے معمور ہے۔ صحابہ کے قلوب رسالت مآبؐ کے پیغمبرانہ قلب پر ہیں۔ صحابہؓ اور رسالت مآبؐ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ صحابہؓ براہِ راست مشکوٰۃ نبوت سے علم اور ایمان کو لیتے اور نقل کرتے ہیں۔ صحابہؓ کے علم اور فکر ونظر

میں شبہ نہیں ہوا۔ اور نہ ان کے علم کو اختلاف نے میلا کیا۔ دوسروں کی رائے کو
ان کی رائے پر قیاس کرنا بڑا فاسد قیاس ہے۔

رسالت مآبؐ کو اپنے صحابہؓ پر اعتماد تھا

صحیح مسلم میں ابی موسیٰ اشعریؓ کی اور مجمع الزوائد میں ابنِ عباسؓ کی روایت
سے حضورؐ کا یہ ارشاد مذکور ہے۔ میں اپنے صحابہ کے لئے امان ہوں اور میرے
صحابہ میری اُمت کے لئے امان ہیں۔ جیسے تارے آسمان کے لئے امان ہیں جبتک
آسمان پر تارے چمکتے موجود ہیں۔ تو آسمان کا نظام قائم رہے گا۔ اور جب تارے
میلے ہو جائیں گے۔ تو آسمان کا نظام برہم ہو جائے گا۔ جیسا سورۃ تکویر میں مذکور
ہے۔ اسی طرح رسالت مآبؐ کی امت کے لئے صحابہؓ دین کے نظام کو قائم اور
برقرار رکھتے ہیں۔ اگر صحابہؓ کی اتباع سے منہ پھیر لیا گیا۔ اور ان میں کھوٹ اور
ان پر تنقید کا دروازہ کھولا گیا۔ تو رسالت مآبؐ کے قائم کئے ہوئے دین کا نظام
برہم ہو جائے گا۔ حافظ ابنِ قیمؒ اتباع صحابہؓ کے وجوب پر ادلہ کے ذکر کی
بحث میں لکھتے ہیں۔ اس حدیث میں صحابہؓ کے وجوب اتباع کی وجہ یہ ہے کہ
حضورؐ نے صحابہؓ کے مابعد لوگوں کے ساتھ صحابہ کی ایسی نسبت قائم فرمادی ہے
جیساکہ حضورؐ کی نسبت صحابہؓ کے لئے اور نجوم کی نسبت آسمانوں کے لئے
ہے۔ یہ تشبیہ صحابہؓ کی اتباع سے اہتداء میں ہے۔ اور اس تشبیہ کا ظاہری
تقاضا یہ ہے۔ کہ اُمت کے لئے صحابہؓ سے ہدایت حاصل کرنا ایسا واجب ہے
جیساکہ صحابہ کے لئے رسالت مآبؐ سے ہدایت حاصل کرنا واجب تھا۔ اور
جس طرح اہلِ زمین تاروں سے سمت، اوقات اور راہ کو معلوم کرنے اور
جانتے ہیں۔ اسی طرح صحابہ کی مدد سے دین کے مسائل اور متعلقات جانے

پہچانتے جاتے ہیں۔ اگر یہ جائز ہو سکتا ہے۔ کہ دین کے مسائل اور اصول بتلانے میں صحابہؓ خطا کرتے ہیں۔ تو جن کو صحابہ کے علاوہ اور صحابہ کے بعد دین کے اصول اور مسائل دریافت کرنے میں کامیابی ہوتی ہے۔ تو پھر ایسے لوگ رسالت مآبؐ کے ارشاد کے برعکس صحابہ کے لئے امن اور حرز ثابت ہوتے ہیں۔ اور یہ محال اور ناممکن ہے۔ ابو داؤدؒ، امام احمدؒ، اور ترمذیؒ نے روائیت کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میری سُنّت کو اور خلفائے راشدین کی سُنّت کو اپنے اوپر لازم رکھو۔ حضورؐ نے اپنی سنّت کی طرح خلفائے راشدین کی سُنّت کو سنّت فرمایا۔ اور اس کے لینے اور اس پر عمل کرنے کے التزام کا ہم کو امر فرمایا ہے۔ اور پہلی حدیث میں حضورؐ کی ذات بابرکات کی طرح دین کی حفاظت کے بارہ میں صحابہ کی ذوات پر حضورؐ نے اعتماد اور وثوق کا اظہار فرمایا ہے۔ مگر جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب اور آپ کے متبعین مودودی صاحبان ہیں۔ کہ آثار صحابہؓ سے احتجاج کرنے میں اور آثار صحابہؓ پر پورا وثوق اور اعتماد کرنے میں دین کے لئے خطرہ سمجھتے ہیں۔

صحابہؓ صحابہؓ کی رائے کو سنّت اور ہدائیت سمجھتے تھے

سُنن دارمی میں فقہاء کے اختلاف کے بارہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا۔ میں نے دادا کے بارہ میں ایک رائے قائم کر لی ہے۔ اگر اس کی اتباع کرو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اگر میں آپ کی رائے کی اتباع کروں تو آپ کی رائے بھی رشد اور ہدائیت ہے۔ اور آپ سے پہلے جو ابو بکرؓ نے رائے قائم کی ہے۔ اس کی اتباع کروں تو بھی بہتر ہے۔ ان کی رائے بڑی اچھی تھی۔ حضرت عثمانؓ، حضرت ابو بکرؓ، اور حضرت عمرؓ دونوں کی مختلف

رائے کو رشد اور اچھی رائے بتلاتے ہیں۔ اور ان دونوں میں سے کسی ایک رائے کو اختیار کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ مگر ان دونوں کی دو آرا سے باہر نکل جانا حضرت عثمانؓ نے اختیار نہیں کیا۔ اور نیز حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کو اپنی رائے کے تسلیم کرنے کی دعوت دی ہے۔ مگر اس پر حضرت عثمانؓ کو مجبور نہیں کیا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ حضرت عثمانؓ کی طرح حضرت عمرؓ کا مسلک اور فکر بھی یہ ہے۔ کہ صحابہ کے آثار سے باہر نہیں ہونا چاہیئے۔ اور صحابہؓ کے مختلف آثار میں سے جس صحابی کے اثر کو چاہے قبول کرے۔ یہ سب درست ہے ابوداؤد اور مسند احمد میں حدیث ۱۲۲۹ میں مذکور ہے۔ حضرت عثمانؓ نے ایک شرابی کو شراب کی سزا دی۔ عبداللہ ابن جعفر اس کو کوڑے مارتے تھے۔ اور حضرت علیؓ کوڑوں کی تعداد گن رہے تھے۔ جب اس کو چالیس کوڑے لگے۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ٹھہر جاؤ۔ یہ کافی ہے۔ اور فرمایا حضورؐ شرابی کو چالیس کوڑوں کی سزا دیتے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ بھی اور حضرت عمرؓ بھی اوائل عمر میں اتنی سزا دیتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے شرابی کی سزا بڑھا دی۔ اور فرمایا یہ سب سنّت ہے۔ اور سنن کبریٰ کتاب الحدود میں مذکور ہے۔ کہ شرابی کی سزا کے بارہ میں حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن ابن عوفؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ سے مشورہ لیا۔ اسی مجلس مشاورت میں حضرت علیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ کی یہ رائے تھی۔ کہ شرابی کی سزا اسّی کوڑے ہونی چاہیئے۔ سنن کبریٰ کے علاوہ بھی یہ واقعہ فتح الباری، کتاب الحدود میں امام مالکؒ، امام بیہقیؒ، امام طحاویؒ، امام عبدالرزاقؒ، امام ابن ابی شیبہؒ کے حوالہ سے مذکور ہے۔ اس حدیث کے مذکورہ واقعہ میں حضرت علیؓ کے سامنے اور دوسرے ارکان شوریٰ کے سامنے حضورؐ کی یہ سنّت مذکور ہے۔ کہ شرابی کو

حضورؐ نے چالیس کوڑوں کی سزا دی ہے۔ مگر ان حضرات صحابہؓ نے اپنی دانست میں اس پر اضافہ کرنے کی گنجائش کو جائز اور مناسب جانا ہے۔ اور وقت کے تقاضا میں حضرت علیؓ اور عبدالرحمٰن ابنِ عوفؓ نے حضرت عمرؓ کو پہلی سزا پر اضافہ کرنے کی رائے دی ہے۔ اور حضرت علیؓ اپنے اس فیصلہ کو جس میں اسّی کوڑوں کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ اور حضورؐ کے اس فیصلے کو جس میں چالیس کوڑوں کی سزا تھی۔ دونوں کو سنّت بتلاتے ہیں۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ان مذکورہ حضرات صحابہؓ کی آراء پر ایک دوسرے نے یہ تنقید نہیں کی۔ کہ وہ سنّت کے خلاف ہے۔ بلکہ صحابہؓ کی رائے کو صحابہ سنّت کی تشریح اور توضیح سمجھتے ہیں۔ اور سُنّت کے مقابل یا مخالف نہیں جانتے ہیں۔ اور نیز جب حضرت علیؓ کو شراب کی سزا دینے کا خود موقعہ ملا۔ تو آپ نے چالیس کوڑوں کی پہلی سزا دے کر اس کی سزا کو ختم کر دیا۔ اور فرمایا۔ اتنی سزا بھی سنّت ہے۔ اور اسّی کوڑوں کی سزا بھی سنّت ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ صحابہؓ کی رائے کو بھی کسی نص کا ایسا مفہوم سمجھتے ہیں۔ جس کا مقام سنّت کے برابر ہے۔ اور سنّت کی طرح اس پر بھی عمل کرنے کا اختیار ہے۔ اور اس پر اور سنّت پر عمل کرنے میں حضرت علیؓ نے اختیار دیا ہے۔ جیسا دو دلائل میں سے جس دلیل پر کوئی چاہے عمل کر سکتا ہے۔

اگر مودودی صاحبان صحابہؓ کے معیارِ حق ہونے کا اور صحابہؓ کے قول کی حجیت اور دلیل ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ اور ان پر تنقید کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ تو آپ خود سوچ لیجئے۔ کہ یہ صاحبان ایسے اقدام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت اور حضرت علیؓ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن عوف۔ حضرت زبیرؓ کے ذہن اور فکر کی مخالفت کرتے ہیں۔ جو حضرات ان حضرات صحابہؓ کے

فکر اور ذہن کے مقابلہ پر جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب اور ان کے متبعین مودودی صاحبان کے ذہن اور فکر کو زیادہ صحیح اور بہتر جانتے ہیں۔ وہ ان بزرگوں سے اتفاق کرلیں گے۔ اور جن حضرات کا یہ ذہن ہے۔ کہ ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

ایسے حضرات، حضرات صحابہؓ کے ذہن اور فکر کے مقابلہ پر ان صاحبوں کے ذہن اور فکر کو کراہت کے ساتھ سنتے اور پڑھتے ہیں۔

معیار کے کیا معنے ہیں

معیار ترازو اور کسوٹی کا نام ہے۔ جس سے کسی چیز کا وزن اور اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم کیا جاتا ہے۔ صحابہؓ کے معیارِ حق کے یہ معنے ہیں کہ صحابہؓ کے آثار، اعمال اور عقائد سے حق اور باطل میں تمیز کی جاتی ہے۔ جس عمل اور عقیدہ کو صحابہ کے عمل اور عقیدے کے مطابق دیکھتے اور پاتے ہیں۔ تو اس کے صدق اور حق ہونے کا یقین کیا جاتا ہے۔ اور جس عمل اور عقیدہ کو صحابہؓ کے اعمال اور عقائد کے خلاف پاتے ہیں۔ تو اس کے باطل اور کھوٹا ہونے کا یقین کیا جائے۔ صحابہؓ کے معیارِ حق ہونے کا یہ معنی نہ سمجھے کہ پتھر کی کسوٹی کی طرح وہ سونے کے کھرے اور کھوٹے ہونے کو تو ظاہر کرتی ہے۔ مگر خود وہ کچھ نہیں ہے۔ بلکہ صحابہؓ خود بھی کتاب اور سنّت کی کسوٹی پر پورے اترے ہیں۔ اور اترتے ہیں۔ اور دوسروں کے لئے بھی کتاب اور سنّت کی راہ پر معلوم کرنے کے لئے صحابہؓ کرام کی موافقت معیار اور کسوٹی ہے۔ ترجمان القرآن ماہ نومبر ۱۹۶۳ء امیر جماعت کی تشریحات کے عنوان میں لکھتے ہیں:۔

معیارِ حق سے مراد وہ چیز ہے۔ جس سے مطابقت رکھنا حق ہو۔ اور جس کے خلاف ہونا باطل ہو۔ اس لحاظ سے معیارِ حق صرف خدا کی کتاب اور حضورؐ کی سنّت ہے۔ صحابہ کرامؓ معیارِ حق نہیں ہیں۔ بلکہ کتاب اور سُنّت کے معیار پہ پورے اترتے ہیں۔ کتاب اور سنّت کے معیار پر جانچ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ یہ گروہ برحق ہے۔ ان کے اجماع کو ہم اس بنا پر حجّت مانتے ہیں۔ کہ ان کا کتاب اور سنّت کی ادنیٰ سی خلاف ورزی پر بھی متفق ہو جانا ہمارے نزدیک ممکن نہیں ہے"

اور اس کے آگے یہ لکھا ہے :۔

کہ "یہ مختصر بحث اور چند حوالہ جات اس حقیقت کو واضح کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ کہ دین میں واجب التسلیم حجت و سند، کتاب اور سنّت ہے۔ یا پھر اجماع صحابہ۔ ایک صحابی یا چند صحابہ کے اقوال و افعال کو کتاب و سنّت اور اجماع صحابہ کی طرح حجّت قطعیہ اور تنقید سے بالاتر نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور ان سے غیر شروط تمسک نہیں کیا جا سکتا"

اور اسی پرچہ کے ص۳۲ پر معیار کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

اُس لفظ کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم فقط یہ ہے۔ کہ کسی شئے کی حقیقت اور ماہیت کو جانچا جائے۔ اگر وہ شئے فی الاصل زرخالص اور کامل المعیار ہے تو معیار پر کسے جانے کے بعد اس کا جوہر حسن و کمال اور زیادہ نکھر جائیگا"

ان عبارات کا صریح اور واضح مفہوم یہ ہے۔ کہ صحابہؓ معیارِ حق نہیں ہیں۔ صحابہؓ کے اقوال سے جانچے بغیر تمسک نہیں کیا جائے گا۔ اور صحابہؓ اس لئے جانچے جائیں گے۔ کہ ان کا زرخالص اور کامل المعیار ہونا ظاہر اور ثابت ہو جائے۔

آپ مذکورہ عبارات کے مفہوم کو غور سے سوچئے۔ یہ صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ صحابہؓ کو کتاب اور سنّت کی مطابقت کے ترازو میں اپنے فکر اور ذہن میں جانچنا چاہتے ہیں۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ صحابہ کے جانچنے اور تنقید کرنے کا معیار مودودی صاحب کا فکر اور ذہن ہے۔

کیا ان صاحبوں کو یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ مسلمانوں کے ایک پرانے گروہ نے کتاب اور سنّت کے نام سے اپنے خیال اور فکر میں صحابہ پر تنقید کرنے اور جانچنے کے بعد فیل کر دیا ہے۔ اور صحابہ کی طہارت، تقویٰ، صدق اور اعمال وعقائد میں پاکیزگی، اخلاص وانصاف اور دین پر استقامت کو ختم کر دیا ہے۔ کیا یہ صاحبان بھی اپنے ناقص مشتبہ اور ناقابلِ اعتماد فکر میں صحابہؓ کو تول کر فیل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں!

صحابہؓ کا زرِ خالص اور کامل المعیار ہونا کتاب وسنّت نے ثابت کر دیا ہے۔ اور اہلِ علم نے بالاتفاق اس کو تسلیم کر لیا ہے۔ جس کو کتاب وسنّت کے جانچنے پر اعتماد نہیں ہے۔ اور اہلِ علم کے اتفاق کی ضرور مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے صاحبوں کو صحابہ میں نعوذ باللہ کھوٹ دکھائی دیتا ہے۔ اور تنقید کا دروازہ کھولتے ہیں۔ اور اس سے جس قسم کے مفاسد اور فتنوں کے لئے راہ نکلتی ہے۔ وہ وحدتِ ملت کے ہمدردوں اور خواہشمندوں سے اوجھل نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ ایسے فکر آنے پر ندامت محسوس کرنی چاہیئے۔ کہ حضورؐ رسالت مآب کے صحابہؓ کو اپنے ذہن اور فکر کے ترازو اور کسوٹی میں تولا جائے۔ اور ان کے حق اور باطل کا فیصلہ کیا جائے۔

(بات یہ ہے۔ کہ اللہ کی کتاب اور سنّت نے صحابہؓ کو جانچا ہے۔ اور صحابہؓ کی اطاعت واتباع کے ہر ایک پہلو کو روشن کیا۔ صحابہؓ کے صدق واخلاص اور جدوجہد

کی پوری پوری تعدیل کردی۔ اور صحابہؓ کی اتباع اور صحابہؓ سے احتجاج کرنے پر قرآن شریف نے اور سنّت نبوی نے رضا اور مسرت کا اظہار فرمایا ہے۔ اور ان کے بعد آنے والوں کو ان کا اقتدار ان سے تمسک ان کی راہ اور سیرت پر عمل کرنے کا امر فرمایا ہے۔ اس لئے اہلِ علم نے بالاتفاق یہ کہدیا ہے۔ کہ صحابہؓ کی تعدیل کتاب اور سنّت میں ہو چکی ہے۔ اور صحابہ اس سے بالا اور افضل ہیں۔ کہ کسی صاحب کو صحابہؓ کی تنقید کی اس لئے ضرورت پڑتی ہے۔ کہ صحابہؓ کے زرِ خالص اور کامل المعیار ہونا ثابت کردے۔ اور ان کے جوہر حسن و کمال کو زیادہ نکھیر دے۔

اہلِ علم کا قدیم اور ثابت نظریہ

(خطیب متوفی ۴۶۳ھ۔ اپنی کتاب کفایہ میں کہتے ہیں۔ اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے صحابہؓ کی تعدیل کی ہے۔ صحابہؓ کی طہارت، صحابہؓ کی تعدیل۔ صحابہؓ کا پسندیدہ ہونا قرآن شریف کی آیات اور سنن نبویہ میں منصوص ہے۔ اور ان تمام کا تقاضا یہ ہے۔ کہ صحابہؓ کی طہارت، تعدیل اور نزاہت کا یقین کیا جائے۔ اور اللہ کی تعدیل کے بعد جو صحابہؓ کے بواطن کو جانتا ہے۔ اور اللہ کے رسول کی تعدیل کے بعد مخلوق میں کسی دوسرے کی تعدیل کی ضرورت نہ سمجھی جائے۔ صحابہؓ کی ہجرت، جہاد اور دین کی نصرت میں جانوں اور اموال کا خرچ اور دین کی راہ میں اللہ اور رسول کی اطاعت میں آباء اور ابناء کو قتل کرنا دین کی خیر خواہی اور یقین اور دین کے لئے صحابہؓ کی قوت ایسے امور ہیں۔ جو ہم پر واجب کرتے ہیں۔ کہ ان کی تعدیل کا اور ان کی نزاہت اور پاکبازی کا یقین کریں۔ اور نیز ہم پر یہ امور واجب کرتے ہیں۔ کہ دوسروں کی تعدیل سے صحابہؓ کو بالاتر سمجھیں

اور یقین کریں کہ صحابہؓ کو کسی کی تعدیل کی ضرورت نہیں ہے۔ صحابہ دوسروں کی تعدیل سے بدرجہا اونچے اور افضل ہیں۔ اور یہ تمام ایسے علماء اور فقہاء کا مذہب ہے جن کے اقوال کو امت کا پورا اعتماد اور اعتبار حاصل ہے۔

ابن عبد البر جامع بیان العلم والعلماء میں لکھتے ہیں۔ محمد بن عبد الرحمٰن نے امام احمدؒ سے کہا اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کے مختلف اقوال ہیں۔ تو کیا ہمیں کسی صحابی کے قول کے صحیح اور صواب معلوم کرنے کے لئے صحابی کے قول کی تنقید کرنی چاہیئے۔ امام احمدؒ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ صحابہؓ کے اقوال میں تنقید ونظر جائز نہیں ہے۔ صحابہؓ کے اقوال میں سے جس صحابی کے قول چاہتے ہو اسکو لے لو۔ اور اس پر عمل کرو۔ حافظ شاطبی الموافقات جلد رابع میں کہتے ہیں صحابہ کی سنت ایسی ہوتی ہے۔ کہ اس پر عمل کیا جائیگا اور اس کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اور اس کے دلائل ہیں۔ اور ان میں سے ایک دلیل یہ ہے۔ کہ قرآن شریف نے تمام امت پر صحابہ کی فضیلت کو ثابت کیا۔ اور تمام امت پر صحابہؓ کی عدالت کو ظاہر فرمایا ہے۔ صحابہؓ کی عدالت اور فضیلت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ صحابہؓ ہر حال میں دین پر مستقیم تھے۔ اور ان کے تمام احوال دین کے موافق تھے۔ اور صحابہؓ کی اس شان کا تقاضا یہ ہے۔ کہ صحابہ کا قول حجت۔ اور ان کا عمل واجب الاقتداء ہے۔ اور دوسری دلیل یہ ہے۔ کہ رسالت مآبؐ نے صحابہؓ کی اقتداء کا امر فرمایا ہے۔ اور صحابہ کی اتباع کا رسالت مآبؐ ہم سے ایسا مطالبہ فرماتے ہیں۔ جیسا کہ رسالت مآبؐ نے ہم سے اپنی سنت کی اتباع کا مطالبہ فرمایا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میری سنت کی طرح خلفاء راشدین کی سنت کا التزام رکھو۔ اور اس سے تمسک کرو۔ اور فرمایا۔ میرے طریقہ پر اور میرے صحابہؓ کے طریقہ پر جو قائم ہے وہ ناجی فرقہ ہے۔ اور فرمایا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے

سوا تمام مخلوق پر اللہ نے میرے صحابہؓ کو فضیلت بخشی ہے۔ اور پسندیدہ فرمایا ہے۔ اور فرمایا میرے صحابہؓ تاروں کی مانند ہیں۔ ان میں جس کی اقتدا کرو گے۔ ہدایت پالو گے۔

اور تیسری دلیل یہ ہے۔ کہ جمہور علماء نے اقوال میں کسی قول کے ترجیح کے وقت صحابہؓ کے آثار کو مقدم رکھا ہے۔ اور اس سے احتجاج کیا ہے۔ سلف اور خلف صحابہؓ کی مخالفت سے ڈرتے ہیں۔ اور صحابہؓ کی موافقت پر فخر کرتے ہیں۔ آئمہ دین کے نفوس میں اور ان کے مخالفوں کے نفوس میں صحابہؓ کی تعظیم اور قوتِ ماخذ کا عقیدہ تھا۔ سلف اور خلف کے اہلِ علم اپنے مذاہب کی تائید اور قوی بنانے میں صحابہؓ کے آثار کو ذکر کرتے ہیں۔ سلف اور خلف کے علماء کو یہ عقیدہ تھا۔ کہ اسلامی شریعت میں صحابہؓ کی بڑی شان ہے۔ اور صحابہؓ کی متابعت اور تقلید واجب ہے۔ سلف اور خلف کے اہلِ علم صحابہؓ کے مختلف اقوال میں صحابہؓ سے اختلاف اور ان کے فکر و نظر کے مقابلہ سے احتراز کرتے تھے۔ اور نیز سلف صالح نے صحابہؓ کی اور ان کے متبعین کی ثناء اور تعریف فرمائی ہے۔ سعید ابنِ جبیرؒ فرماتے ہیں۔ دین کے جس مسئلہ کو بدر میں شریک صحابہؓ نہیں جانتے۔ وہ مسئلہ دین کا نہیں ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ تمام اُمت میں صحابہؓ کے قلوب سب سے زیادہ نیک ہیں۔ اور ان کا علم سب سے زیادہ گہرا ہے۔ اللہ نے اپنے رسولؐ کی صحبت کے لئے آپ کے صحابہؓ کو پسند فرمایا۔ لوگو اپنے اخلاق کو ان کے اخلاق کے مشابہ اور اپنے طریقوں کو صحابہؓ کے طریقوں کے موافق بناؤ۔ ربِّ کعبہ کی قسم ہے۔ کہ صحابہؓ صراط المستقیم پر چلے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ اگر صحابہؓ کی اتباع کرو گے۔ سبقت لیجاؤ گے۔ اور اگر تم صحابہؓ کی اتباع چھوڑ دو گے تو دُور کی گمراہی میں پڑ جاؤ گے۔ عبداللہؓ

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ صحابہؓ کے قلوب سب سے زیادہ نیک تھے۔ اور ان کا علم سب سے زیادہ گہرا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی صحبت اور دین کی اقامت کے لئے صحابہؓ کی جماعت کو پسند فرمایا۔ لوگو! صحابہؓ کی فضیلت اور اونچا مقام جان لو۔ اور ان کے آثار کی اتباع کرو۔ رسالت مآبؐ کے صحابہؓ صراط مستقیم پر چلے ہیں۔ عمر ابن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے بعد آپ کے خلفائے راشدین نے اپنے بعد ایسے سنن چھوڑے ہیں، جن پر عمل کرنا اللہ کی کتاب کی تصدیق ہے۔ اور اللہ کی اطاعت اور دین کی قوت کی تکمیل ہے۔ جس نے ان سنن پر عمل کیا۔ اس نے ہدایت پائی ہے۔ اور جس نے ایسے سنن سے مدد چاہی تو وہ مدد کیا گیا۔ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اور خلفائے راشدین کی سنت کی مخالفت کی تو وہ سبیل المومنین کے خلاف چلتا ہے۔ اور فرمایا کسی کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ حضورؐ کی سنت اور آپکے خلفائے راشدین کی سنت کو تبدیل کر دے۔ اور کسی کو ایسی رائے کے سوچنے کا بھی حق نہیں ہے، جو حضورؐ کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف ہے۔ امام مالکؒ عمر ابن عبدالعزیزؒ کے اس علم کو بہت پسند کرتے تھے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ ہمارے آثار کی پیروی کرو۔ اور بدعات مت نکالو۔ حافظ شاطبیؒ فرماتے ہیں۔ حضورؐ نے ہم پر یہ لازم کر دیا ہے۔ کہ ہم صحابہؓ کی سنت کی اتباع کا التزام رکھیں۔ اور اس کی وجہ صرف یہ نہیں ہے۔ کہ صحابہؓ نے حضورؐ کو دیکھا اور حضورؐ کے پاس رہے۔ اور رسالت مآبؐ کی حمایت فرمائی ہے۔ اگرچہ یہ امور اپنے مقام میں بڑے اہم اور عظیم فضیلت کے حامل ہیں۔ مگر حضورؐ کے مذکورہ اوامر اور ارشادات صحابہؓ کے بارہ میں اس سے زیادہ اہم امر کی وجہ سے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ صحابہؓ نے بے پناہ شدت

پابندی کے ساتھ حضورؐ کی متابعت کرتے تھے اور رسالت مآبؐ کے سنن کے التزام پر صحابہؓ نے اپنے آپ کو قطعاً مجبور کیا تھا۔ صحابہؓ کی اس شان اور مقام کا ضروری اور لازم حق یہ ہے۔ کہ صحابہؓ کی سیرت کو قبلہ اور صحابہؓ کی ذوات کو قدوۃ رکھا جائے اور فرمایا امام مالکؒ نے صحابہؓ اور صحابہؓ کی سیرت پر چلنے والوں کی اتباع میں سب سے زیادہ قدم اٹھایا ہے۔ اس لئے امام مالکؒ کو اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے لیے قدوۃ بنایا ہے۔ یہ صحابہؓ کے آثار کی اتباع کی برکت ہے۔ معاصرین امام مالکؒ کے آثار کی اتباع اور امام مالکؒ کے افعال کی اقتدا کرتے ہیں۔ حافظ شاطبیؒ مالکی ہیں آپ نے اس بیان کو پڑھ لیا ہے۔ اور ان کے دلائل آپ کے سامنے ہیں۔ حافظؒ نے اس پر فخر کیا ہے۔ کہ امام مالکؒ کے آثار کی اتباع اور ان کے افعال کی اقتدا اس لئے کی جاتی ہے۔ کہ یہ تمام صحابہؓ کے آثار کی اتباع کی برکت ہے۔ آپ سوچیے۔ کہ امام شاطبیؒ ۷۹۰ھ سے قبل سلف اور خلف کا یہ نظریہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ صحابہؓ کے اقوال رسالت مآبؐ کے ارشاد کے برابر سنت ہیں۔ اور سنت کی طرح صحابہؓ کے آثار کی اتباع اور تقلید واجب ہے۔ اور سنت کی طرح صحابہؓ کے آثار کے خلاف کسی کی رائے قابلِ غور نہیں ہے۔ آج اگر جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب اور اس کے متبعین مودودی صاحبان صحابہؓ کے اقوال کی تنقید اور جانچنے کی تجویز کرتے ہیں۔ تو ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ ان کی یہ تجویز ارشاداتِ نبوت آثارِ صحابہؓ اور سلف صالحہ اور متاخرین اہلِ علم کے فکر و نظر کے سراسر خلاف ہے۔

صحابہؓ جانچے گئے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسولؐ نے صحابہؓ کے علم اور فہم کا صحابہؓ کے رشد اور ہدایت کا صحابہؓ کے ایمان اور تقویٰ کا صحابہؓ کی طہارت اور پاکیزگی کا

جائزہ لیا ہے۔ اللہ نے اپنی کتاب میں اور رسولؐ نے اپنے سنن میں مذکورہ اوصاف میں صحابہؓ کی تعدیل اور توثیق فرمادی ہے۔ اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے صحابہؓ کی تعدیل پر اطمینان اور اعتماد کا اظہار فرمایا ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی تعدیل اور توثیق پر جن حضرات کے قلوب کو اطمینان ہے۔ وہ کسی درجہ اور کسی مقام میں بھی صحابہؓ کی تنقید کو جائز اور ان کی شان کے مناسب نہیں جانتے اور جن صاحبوں کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی تعدیل کے بعد صحابہؓ پر اعتماد اور باور کرنے میں خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ اور صرف اپنی تنقید سے مطمئن ہو سکتے ہیں۔ ایسے صاحبوں کو صحابہؓ پر تنقید کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مگر یہ کیا ضروری ہے۔ کہ ایسے صاحبوں کے ایسے اطمینان سے جو ان کی تنقید سے حاصل ہوتا ہے۔ اُمت مسلمہ کے جمہور اہلِ علم مطمئن ہوتے ہیں +

قرآن شریف میں صحابہؓ کی تعدیل

سورۃ انفال میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے۔ اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی ہیں سچے ایمان والے۔ ان کیلئے بخشش ہے۔ اور عزّت کی روزی"۔

اللہ تعالیٰ مہاجرین اور انصار صحابہؓ کے ایمان کی تصدیق فرماتا ہے۔ اور بتاتا ہے۔ کہ ان کا ایمان حق ہے۔ تمام وہ امور جن سے مومن مومن بنتا ہے۔ وہ ایمان ہے۔ اور ان امور کی تعدیل دین کی اقامت اور دین پر استقامت ہے۔ اللہ کی طرف سے صحابہؓ کے ایمان کی تصدیق کرنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ اللہ کے دین پر صحابہؓ کو استقامت حاصل ہے۔ سورۃ یوسف میں ارشاد ہے:۔

"یہ میری راہ ہے۔ میں بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر۔ میں اور جو میرے ساتھ ہیں بصیرت کے ساتھ۔" "میں اور میری اتباع کرنے والے میرے صحابہؓ بصیرت کے ساتھ حجت واضح کے ساتھ اللہ کی طرف آنے کی دعوت دیتے ہیں"۔ "میں اور میرے ساتھی حجت اور بصیرت کی روشنی میں اللہ کی راہ پر چل رہے ہیں"۔ "خدا نے مجھے نور دیا ہے۔ جس نے میرے اور میرے صحابہؓ کے دل و دماغ کو روشن کر دیا ہے"۔ "صحابہ اللہ کے رسول کی صحبت کی حلاوت سے علم، فہم، بصیرت، برہان سے کہتے اور کرتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں صحابہؓ کے علم، فہم و بصیرت کی تعدیل اور تصدیق فرماتے ہیں۔ سورت حجرات میں ارشاد ہے:۔

"جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں۔ اللہ کے رسول کے پاس وہی ہیں۔ جن کے قلوب کو اللہ نے جانچ لیا تقویٰ کے واسطے۔ ان کے لئے معافی ہے اور بڑا ثواب ہے"۔

یہ حضورؐ کے صحابہؓ ہیں۔ جن کے اخلاص اور حق شناسی کو اللہ نے جانچ لیا ہے۔ اور ان کے قلوب کو پیغمبرؐ کے احترام اور ادب اور تقویٰ کے لئے خالص فرما لیا ہے۔ رسالت مآبؐ کے صحابہؓ بار بار آزمائے گئے ان کے قلوب میں اخلاص اور تقویٰ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس سورت میں اس آیت کے بعد پھر ارشاد ہے:۔

"اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی۔ اور اس کو اچھا دکھایا۔ اور اللہ نے تمہارے دلوں میں کفر، گناہ اور نافرمانی کی نفرت ڈال دی ہے"۔

یہ رسالت مآبؐ کے صحابہؓ ہیں۔ جن کے دلوں میں ایمان کی محبت پر اور کفر اور نافرمانی کی نفرت پر حق تعالیٰ شہادت دے رہا ہے۔ یہ حضرات صحابہؓ

ہیں۔ کہ ہر حال اور قال میں ایمان کا تقاضا پورا کرتے ہیں۔ اور کسی درجہ میں کفر اور نافرمانی کے کسی پہلو پر راغب اور مائل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کی ایسی فوق العادہ تعدیل اور توثیق کرنے کے بعد اگر جماعت اسلامی کے متبعین صحابہؓ کے علم اور بصیرت اور اصابت میں کتاب اور سنّت کی مخالفت اور کھوٹ کو دیکھنے اور جانچنے کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ تو ہمیں اس کہنے میں معاف رکھا جائے۔ کہ جن حضرات صحابہؓ کے علم فہم اصابت اور استقامت علی الحق پر اللہ کی شہادت کے بعد بھی اطمینان نہیں ہوتا ہے۔ تو ایسے صاحبوں کی تنقید اور جانچنے کو صحابہؓ کے علم اور اصابت حق کے لئے حضرات اہل علم نفرت سے سنتے ہیں۔ ارے صاحب! تیزاب میں وہ سونا ڈالا جاتا ہے۔ جس میں کھوٹ ہو۔ یا جس میں شک ہو کہ اس میں کھوٹ ہوگا۔ آپ صحابہؓ کی تنقید اس لئے کرتے ہیں۔ کہ صحابہؓ میں کھوٹ دکھائی دیتا ہے۔ یا صحابہؓ میں کھوٹ کے ہونے کا شک ہے!

قرآن شریف صحابہؓ کی بصیرت استقامت اور اصابت پر شہادت دیتا ہوا صحابہؓ کو زر خالص اور کامل المعیار ہونا روشن کرتا اور تنقیدات سے بالاتر ظاہر فرماتا ہے۔

سنّت میں صحابہؓ کی تعدیل

۱۔ ترمذی مسند امام احمد اور ابو داؤد میں مذکور ہے۔ حضورؐ نے فرمایا:

میرے بعد میری سنّت اور خلفائے راشدین کی سنّت کو لازم پکڑو۔ اور محدثات سے بچو۔ ہر ایک محدث بدعت ہے۔ اور ہر ایک بدعت ضلالت ہے"۔

حضورؐ نے اس ارشاد میں خلفائے راشدین کے اقوال کو جو آپ کے صحابہ کرامؓ

ہیں پیغمبرانہ زبان میں سنّت فرمایا۔ اور التزام اور پابندی میں ان کی سنّت کی اپنی سنّت کی طرح اتباع کا امر فرمایا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ خلفائے راشدین کے ایسے اقوال اور آثار بھی ہیں۔ جن کو خلفائے راشدین کسی واقعہ میں امت کیلئے سنّت بتلاتے ہیں۔ اور اتباع کا امر کرتے ہیں۔ اور خلفائے راشدین کی یہ سنّت حضورؐ کی سنّت کے علاوہ ہے۔ ورنہ وہ خلفاء کی سنّت نہ ہوتی۔ اور اس ارشاد سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ خلفائے راشدین کی وہ سنّت ایسی سنّت نہیں ہے۔ جس پر خلفائے راشدین نے اتفاق یا اجماع کیا ہے۔ اس لئے کہ حضرات خلفائے راشدین ایک وقت میں خلفائے راشدین نہیں تھے۔ اور نیز اس حدیث میں یہ بھی ہدایت پائی جاتی ہے۔ کہ جس طرح رسالت مآبؐ کے بعد خلفائے راشدین کو یہ نام اور مقام ملتا ہے۔ اسی طرح رسالت مآبؐ کی سنّت کے بعد خلفائے راشدین کے آثار کو سنّت کا نام اور سند اور اجماع کا مقام ملتا ہے۔

۲۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"میرے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اقتدار کرو۔ اور عمارؓ کی سیرت سے ہدایت حاصل کیجئے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے عہد سے تمسک کرو۔"

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اقتدا کرنے پر اور حضرت عمارؓ کی سیرت سے ہدایت حاصل کرنے پر اور عبداللہ ابن مسعودؓ کے عہد سے احتجاج کرنے پر بغیر کسی قید اور شرط کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مامور فرمایا اگر خلفائے راشدین اور حضرت عمارؓ کی سیرت سے ہدایت لینے کے لئے۔ اور عبداللہ ابن مسعودؓ کے عہد سے احتجاج کرنے کے لئے رسالت مآبؐ کی نگاہ میں کوئی قید یا شرط ضروری اور مرعی ہوتی تو یہ بیان کرنے کا موقعہ تھا۔ اسکو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بیان فرماتے۔ اور نیز اس دوسری حدیث نے یہ بھی واضح فرمادیا ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور خلفائے راشدین کی اقتدار کا حکم ان کی خلافت راشدہ کی حیثیت سے نہیں تھا۔ جیسا کہ مقالہ نویس نے اسکو مراد لیا ہے۔ ورنہ حضرت عمرؓ و حضرت ابوبکرؓ کی اقتدار کے حکم کے ساتھ ساتھ حضرت عمارؓ کی سیرت سے ہدائیت لینے کا اور حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ کے عہد سے احتجاج کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ اس لئے کہ یہ دونوں حضرات خلافت راشدہ کی حیثیت سے متعارف نہیں ہوئے ہیں۔

۳۔ حضورؐ نے قعقاع ابنِ حکیم اور اقرع ابنِ حابس کی تامیر کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو فرمایا۔ "اگر تم دونوں کسی امر پر متفق ہو جاؤ۔ تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔"

اس حدیث نے یہ واضح فرمادیا۔ کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی متفقہ رائے کا یہ مقام ہے۔ کہ اس سے اتفاق اور ترک مخالفت رسالت مآبؐ کی سنّت ہے۔ اور نیز اس حدیث نے یہ بھی واضح فرمادیا ہے۔ کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی رائے کی مخالفت نہ کرنا اور ان کی رائے کو حجّت جاننا اور اس کے ساتھ اتفاق کرنا ان حضرات کی خلافتِ راشدہ کی حیثیت سے نہیں تھا۔ اس لئے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ حضورؐ کے سامنے خلافتِ راشدہ کی حیثیت سے متعارف نہیں تھے۔ اور نیز یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اقتدار کے امر میں اور ان کی رائے سے اتفاق کرنے کی سنّت میں یہ قید اور شرط نہیں ہے۔ کہ ان کی رائے کتاب اور سنّت کے مطابق ہو تو اس کی اقتدار کی جائے۔ جیسے ترجمان القرآن کے مقالہ نویس نے اپنے اجمال میں کہنا چاہا ہے۔ اس لئے کہ اقرع ابن حابس وغیرہ کی تامیر کے بارہ میں کتاب اور سنّت کی کوئی نص نہیں تھی۔ جس سے

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی رائے موافق ثابت ہوتی۔ اور حضورؐ نے ان کی رائے سے اتفاق کرنے اور ترک مخالفت کی سنّت قائم فرمائی ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی رائے کے بارہ میں کتاب اور سنّت کی موافقت کے لئے رسالت مآبؐ نے تنقید اور جانچنے کی تکلیف نہیں دی ہے۔ اگر تنقید کئے بغیر اور کتاب اور سنّت کی موافقت کی شرط کے پورا کئے بغیر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی رائے حق اور ثواب نہ ہوتی تو حضورؐ ناحق اور غیر ثواب کے ساتھ ہرگز اتفاق نہ کرتے۔ اس مضمون کی احادیث بکثرت وارد ہیں۔ جن میں (حضورؐ نے صحابہؓ کی تعدیل فرمائی ہے۔ اور کسی قید اور شرط کے بغیر ان کی اقتدار اور ان سے تمسک کرنے پر ہمیں مامور فرمایا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جس کی اقتدار اور اتباع پر رسالت مآبؐ نے ہمیں مامور فرمایا ہے۔ ان کے اقوال اور آثار میں حق اور ثواب کے سوا کوئی دوسرا احتمال نہیں ہے۔)

میں یہ سمجھتا ہوں، کہ ترجمان القرآن کے اس مقالہ نویس نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت راشدہ کی قید کا اضافہ لغو اضافہ کیا ہے۔ اس قید کی تصریح کہیں کتاب اور سنّت میں مذکور نہیں ہے۔ اور نیز اقوالِ صحابہؓ کی اتباع کے لئے مقالہ نویس کی یہ شرط، کہ صحابہؓ کے آثار کتاب اور سنّت کے نصوص کی تنقید اور جانچنے کے بعد اگر وہ سنّت اور کتاب کے مطابق ثابت ہو جائیں تو ان کی اتباع کی جائے گی۔ اور یہ درحقیقت کتاب و سنّت کی اتباع ہے۔ پہلی قید سے بھی زیادہ لغو اور بے بنیاد شرط ہے۔ اس لئے کہ کتاب اور سنّت کے نصوص کے ہوتے ہوئے صحابہؓ نے کبھی اجتہادی رائے پر توجہ نہیں فرمائی ہے۔ اور صحابہؓ کے اقوال پر اس وقت اہلِ علم توجہ فرماتے ہیں۔ جب ان کے سامنے کتاب اور سنّت کے نصوص نہیں ہوتے

ہیں۔ صحابہؓ کرام کی آرار کتاب اور سنّت کے نصوص کے نہ ہونے کی صورت میں قائم ہوتی ہیں۔ اور سامنے لائی جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں صحابہؓ کی آرار پر کتاب اور سنّت کی موافقت ثابت کرنے کے لیئے کتاب اور سنّت سے تنقید کی جائے۔ تو کیسے کی جائے گی۔

صحابہؓ کے آثار میں صحابہؓ کی تعدیل اور ان سے احتجاج

(۱) حافظ ابن عبدالبرؒ اور حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ صحابہؓ کی اقتدار کرو۔ صحابہؓ کے قلوب سب سے زیادہ نیک ہیں۔ اور ان کا علم سب سے زیادہ گہرا ہے۔ اور ان کی سیرت سب سے زیادہ سیدھی اور اچھی ہے۔ صحابہؓ کی فضیلت کا مقام جانو اور ان کے آثار کی اتباع کرو۔

حافظ ابن قیمؒ عبداللہ ابن مسعودؓ کے اثر کی شرح میں لکھتے ہیں۔

جن کے قلوب سب سے زیادہ بہتر اور نیک تھے۔ جن کا علم گہرا تھا۔ جن کی سیرت زیادہ سیدھی اور اچھی تھی۔ ناممکن ہے۔ کہ حق کے دریافت کرنے میں خطا کریں۔ ان کی رائے صواب نہ ہو۔ اور حق تعالیٰ ایسی شان کے صحابہؓ کو حق کے معلوم کرنے سے دور رکھے۔ اور جو لوگ صحابہؓ سے علم میں نیکی میں اور تمام اوصاف حمیدہ میں نیچے ہیں۔ ایسے لوگوں کو حق تعالیٰ حق اور صواب کے دریافت کرنے کی توفیق بخشے۔

(۲) عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ہمارے آثار پر چلو اور بدعتی مت بنو۔

(۳) حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ صحابہؓ کے طریقہ پر چلو گے۔ تو ہدایت پا جاؤ گے۔ اور اگر صحابہؓ کے دائیں یا بائیں ہو جاؤ گے۔ تو پھر پورے گمراہ ہو جاؤ گے۔

صحابہؓ کے یہ آثار صحابہؓ کے آثار کی مخالفت بدعت اور گمراہی بتاتے ہیں۔ اور صحابہؓ کے آثار کی اقتدا میں ہدائیت کا پانا اور سنّت پر عمل پیرا ہونا ظاہر فرمایا ہے۔ جس صاحب کو صحابہؓ کے آثار سے احتجاج کرنے میں شک ہے۔ اور صحابہؓ کے آثار کی مخالفت کو جائز سمجھتا ہے۔ تو اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہ اپنے لیئے بدعت اور گمراہی کو پسند کرتا ہے۔ نیز عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ کے مذکورہ آثار نے یہ بھی واضح فرما دیا ہے۔ کہ ہدائیت اور گمراہی بدعت اور سنّت کے جانچنے اور تمیز کرنے کے لئے صحابہؓ کے آثار کی موافقت اور ان کی مخالفت کسوٹی اور معیار ہے۔

(۴) حافظ ابنِ قیمؒ نے لکھا ہے :-

حضرت عمرؓ نے اہلِ کوفہ کو لکھا۔ میں تمہارے پاس عمار ابن یاسرؓ اور عبداللہ ابن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجتا ہوں۔ یہ حضورؐ کے صحابہؓ اور اہلِ بدر ہیں۔ ان دونوں کی اقتدا کرو۔ اور ان کی بات سنو۔

حضرت عمرؓ نے اہلِ کوفہ کو جس حیثیت سے حضرت عمارؓ اور عبداللہ ابنِ مسعودؓ کی اقتدا کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ ان کی شانِ صحابیت ہے۔ اور ان کی شان کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ان کی اقتدا کی جائے۔ اور ان پر اعتماد کیا جائے۔ حافظ ابنِ قیمؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ نے اعلام الموقعین میں اور جامع بیان العلم میں حضرت عمرؓ کا یہ قول لکھا ہے۔ کہ کتاب اور سنّت کے بعد ہدائیت یافتہ آئمہ کا اجماع یا ان میں سے کسی ایک کے قول کے نہ ملنے کے بعد اگر چاہو تو اپنی رائے قائم کرو۔

(۵) عبداللہ ابنِ مسعودؓ نے عام لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر کتاب وسنّت کے بعد صحابہؓ کا فیصلہ بھی تمہیں نہیں ملتا تو پھر اجتہاد کیجیئے۔

حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ کے مذکورہ آثار میں یہ واضح طور پر

بیان فرمایا گیا ہے۔ کہ کسی مجتہد کو اجتہاد کرنے کا حق اس شرط پر ہو سکتا ہے۔ کہ کتاب
اور سنّت کی طرح اس کو صحابہؓ کے آثار بھی نہیں ملتے۔ حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ
یہ سمجھتے ہیں۔ کہ مجتہدین کے اجتہاد اور قیاس پر کتاب اور سنّت کی طرح صحابہؓ کے
آثار مقدم ہیں۔

(۶) ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں۔ اگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے آثار مجھے نہیں
ملتے تو پھر میں اجتہاد اور قیاس کرتا ہوں۔

اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ اور عبداللہ ابنِ مسعودؓ کی طرح حضرت
ابنِ عباسؓ بھی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اقوال کو اجتہاد اور قیاس پر مقدم
جانتے ہیں۔ اور نیز حضرت ابنِ عباسؓ کے اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔
کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اقوال کی اتباع خلافتِ راشدہ کی حیثیت سے
نہیں تھی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت ابنِ عباسؓ کے اس بیان کے وقت
حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ خلافتِ راشدہ کی حیثیت سے حضرت ابنِ عباسؓ
کے سامنے نہیں تھے۔

(۷) ابنِ قیمؒ اجتہاد صحابہؓ کے باب میں اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں۔ حضرت
عمرؓ جب خلیفہ ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ مجھے اللہ سے حیا آتی ہے۔ کہ ابوبکر صدیقؓ
کے قول کو رد کر دوں۔

(۸) ابنِ قیمؒ اعلام الموقعین باب القضاء بکتاب اللہ میں لکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ
کے قضاء کا دستور یہ تھا۔ کہ کتاب اور سنّت کے بعد ابوبکر صدیقؓ کے فیصلے پر فیصلہ
کرتے تھے۔ ورنہ دوسرے علماء سے مشورہ لیتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے ان آثار کے
یہ معنے ہیں۔ کہ جو شخص ابوبکر صدیقؓ کے قول کو حجت نہیں جانتا۔ اور اس کی مخالفت
کو جائز جانتا ہے۔ وہ اللہ سے حیا نہیں کرتا۔ اور نیز یہ بھی ظاہر ہوا۔ کہ حضرت

عمرؓ صرف ابوبکرؓ صدیق کے قول کو حجت سمجھتے اور اس پر فیصلہ کرتے تھے۔ اور یہ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قول کی اقتدار خلافت راشدہ کی حیثیت سے نہیں تھی بلکہ خلافت راشدہ کی حیثیت حضرت عمرؓ کو حاصل تھی۔ اور خلیفہ راشدہ کی حیثیت سے رسالت مآبؐ کے رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قول پر اپنے آپکو عمل کرنے میں مجبور کرتے ہیں۔

(۹) حافظ ابن قیمؒ اجتہاد صحابہؓ کے باب میں لکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو فرمایا۔ جد کے بارہ میں میری ایک رائے ہے۔ اس کی اتباع کیجیو۔ حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا۔ اگر میں آپ کی رائے کی اتباع کروں تو آپ کی رائے بھی رشید ہے۔ اور آپ کی رائے سے پہلے جو رائے ابوبکرؓ نے قائم فرمائی تھی اس کی اتباع کروں تو وہ ذو رائے بڑے اچھے تھے۔ حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں کی رائے کو حق اور صواب بتلاتے ہیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی ذات اور شخصیت کے اعتبار سے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو زیادہ افضل سمجھتے ہیں۔ اور نیز حضرت علیؓ کے اس ارشاد سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ حضرت عمرؓ کی اتباع خلافتِ راشدہ کی حیثیت سے نہیں تھی۔ ورنہ آپ خلیفہ راشد ہیں۔ اور حضرت علیؓ آپ کی رائے کے بالمقابل حضرت ابوبکرؓ کی رائے کی افضلیت کے پیش نظر حضرت عمرؓ کے سامنے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے پسند کرنے پر مائل ہوتے ہیں۔

صحابہؓ کے ان مذکورہ آثار میں صحابہؓ کے اقوال کی تعدیل کی طرح صحابہؓ کے اقوال سے احتجاج کرنا اور حق اور باطل، سنت اور بدعت میں صحابہؓ کے اقوال کی موافقت اور مخالفت سے تمیز کرنا صحابہؓ کا دستور اور صحابہؓ کا معیار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

صحابہؓ کے اقوال کے بارہ میں آئمہ فقہا کا مسلک

(۱) حافظ ابنِ عبدالبرؒ کتاب الانتقاء میں یحییٰ ابن ضریس، ابو عصمہ اور ابو حمزہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کتاب اور سنّت کے بعد میں صحابہؓ کے اقوال کو تلاش کرتا ہوں۔ صحابہؓ کے اقوال سے میں باہر نہیں نکلتا۔ اور صحابہؓ کے آثار کے بعد جب دوسرے تابعین ابراہیمؒ، شعبیؒ، ابنِ سیرینؒ وغیرہ حضرات کے اقوال کی نوبت آتی ہے۔ تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا ہے۔ میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ کتاب اور سنّت کی طرح اقوالِ صحابہؓ کے بعد امام ابو حنیفہؒ اجتہاد کرتے تھے۔ اور صحابہؓ کے مختلف اقوال میں کسی قول کو انتخاب کرتے تھے۔ مگر صحابہؓ کے اقوال سے امام ابو حنیفہؒ باہر نہیں گئے۔

(۲) حافظ ابنِ عبدالبرؒ، باب الاجتہاد میں لکھتے ہیں:۔

حضرت ربیعہؒ نے ابن شہاب زہریؒ کو فرمایا۔ میں کتاب، سنت و صحابہؓ کے اقوال سے مسئلہ بتاتا ہوں۔ اور جب صحابہؓ کے اقوال نہیں ملتے تو پھر قیاس کرتا ہوں۔

(۳) امام محمدؒ نے فرمایا۔ جو صاحب بھی کتاب، سنّت صحابہؓ کے آثار اور مسلمانوں کے فقہاء کے پسندیدہ اقوال کا عالم ہے۔ تو اس کو اجتہاد کرنے کی گنجائش ہے۔

حضرت ربیعہؒ اور امام محمدؒ کا یہ مسلک ظاہر ہوا۔ کہ کتاب اور سنّت کی طرح صحابہؓ کے اقوال بھی اجتہاد پر مقدم ہیں۔

(۴) حافظ ابنِ قیمؒ، باب رائے محمود میں لکھتے ہیں:۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ جن حضرات اہلِ علم سے ہم ملے ہیں۔ یا جن حضرات۔ اہلِ علم کی بات ہم تک پہنچائی گئی ہے۔ ایسے تمام حضرات اہلِ علم کو جب کسی واقعہ میں سنّت نہیں ملتی۔ تو حضرات علماء صحابہؓ کے آثار کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اگر صحابہؓ کا اتفاق ہوتا تھا اور اگر صحابہ میں اختلاف ہوتا تھا۔ تو ان میں سے کسی ایک صحابی کے قول کو لیتے تھے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں۔ ہم صحابہ کے اقوال سے باہر نہیں جاتے۔ اگر ایک صحابی کا بھی قول ہے۔ اور اس کی مخالفت دوسرے صحابی نے نہیں کی تو ہم اس ایک صحابی کے قول کو لیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ نے جدید قول میں یہ فرمایا۔ کہ ہم نے یہ مذہب زید ابن ثابتؓ سے لیا ہے۔ اور اکثر فرائض ہم نے زید ابن ثابتؓ سے لئے ہیں۔ اور فرمایا اگر ابوبکر صدیقؓ کا قول نہ ہوتا تو ہمارے قیاس میں راہب کا قتل کرنا جائز تھا۔ اور فرمایا جو کتاب یا سنّت یا صحابی کے اثر کے خلاف ہے۔ وہ بدعت ہے۔

(۵) ابنِ عبدالبرؒ نے اختلاف اقوال کی بحث میں لکھا ہے۔ کہ صحابہؓ کے اقوال پر کسی قول کے صواب معلوم کرنے کے لئے تنقید مت کرو۔ صحابہؓ کے مختلف اقوال میں جس قول کو چاہو اس کی تقلید اور اتباع کرو۔

(۶) اصول سرخسی دوسری جلد میں لکھتے ہیں :۔

امام ابویوسفؒ نے فرمایا۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے۔ لیکن میں قیاس کو صحابی کے اثر کے مقابلہ پر چھوڑتا ہوں۔ مضمضہ و استنشاق، قیاس میں جنابت اور وضو، دونوں میں سنّت ہیں۔ مگر ہم نے اس قیاس کو ابن عباسؓ کے اثر کے مقابلہ پر چھوڑ دیا ہے۔

(۷) امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ نے فرمایا ہے۔ اگر کسی نے اس شرط پر کچھ خریدا۔ کہ تین دن تک اگر اس نے قیمت نہیں ادا کی تو بیع نہیں ہے۔

ہمارے قیاس میں یہ بیع فاسد ہے۔ مگر ہم نے اس قیاس کو ابنِ عمرؓ کے اثر کے مقابلہ پر چھوڑ دیا۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی یہ تصریحات ان کے اس مذہب کو ثابت کرتی ہیں۔ کہ سُنّت کے بعد اور اجتہاد سے پیشتر صحابہؓ کے آثار کا مقام ہے۔ خواہ کسی ایک صحابی کا اثر ہے۔ اور نیز یہ کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اجتہاد اور قیاس پر ایک صحابی کے اثر کو بھی مقدم رکھتے ہیں۔

(۸) حافظ ابنِ قیمؒ آثار سلفیہ پر فتویٰ دینے کی بحث میں لکھتے ہیں۔ اگر کسی ایک صحابی کا قول دوسرے صحابہؓ میں مشہور نہیں ہوا یا یہ معلوم نہیں۔ کہ وہ دوسرے صحابہ میں مشہور ہوا ہے۔ یا نہیں۔ تو جمہور اُمت نے کہا ہے۔ کہ وہ ایک صحابی کا قول حجت ہے۔ جمہور حنفیہ کا یہ مذہب ہے۔ امام محمدؒ نے تصریح کے ساتھ امام ابو حنیفہؒ سے یہ روایت کیا ہے۔ امام مالکؒ اور آپ کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔ اسحٰق ابن راھویہؒ ابی عبیدؒ امام احمدؒ اور امام احمدؒ کے اصحاب اور امام شافعیؒ کا قدیم اور جدید دونوں قولوں میں یہی مذہب ہے۔ ان تمام حضرات صحابہؓ اور آئمہ فقہاء کے اقوال میں آپ نے یہ پڑھ لیا ہے۔ کہ ایک صحابی کے قول کو ان حضرات نے حجت کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے۔ اور صحابی کے قول پر تنقید کی ضرورت کو محسوس کئے بغیر آئمہ فقہاء نے ایک صحابی کے قول سے احتجاج کیا ہے۔ اگر جماعت اسلامی کا امیر مودودی صاحب اور اس کے متبعین مودودی صاحبان صحابہؓ کے اقوال کی تنقید کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور صحابہؓ کے اجماع کے بغیر کسی ایک صحابی کے قول کو دلیل اور قابلِ احتجاج نہیں جانتے ہیں۔ تو ہم اس کہنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ یہ صاحبان اقوال صحابہؓ کے بارہ میں حضرات صحابہؓ جمہورِ اُمت اور آئمہ فقہاء کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور ان تمام حضرات صحابہؓ اور

آئمہ دین کے خلاف اپنے لئے نیا مذہب تجویز کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ حق اور باطل میں تمیز کرنے اور جانچنے کے معیار ہیں

(۱) سورۃ بقرۃ میں ارشاد ہے:۔

یہودیوں نے مسلمانوں کو کہا۔ یہودی ہو جاؤ۔ اور نصرانیوں نے کہا۔ نصرانی ہو جاؤ تو راہِ راست پاؤ گے۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فرمایا۔ تم اپنا حال اپنا ایمان اور اپنا عقیدہ ان کو بیان کر دو۔ اور جس طرح تم ایمان لائے ہو۔ اگر وہ بھی اس طرح ایمان لائے تو انہوں نے بھی ہدایت پائی اور اگر وہ پھر جائیں۔ تو پھر وہی ہیں ضد پر۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے یہ واضح فرمادیا ہے۔ کہ یہود اور نصاریٰ کے تدین اور ایمان کو صحیح ثابت کرنے اور سمجھنے کے لئے صحابہ کرامؓ کے تدین کی مطابقت شرط ہے۔ صحابہؓ کا تدین یہود اور نصاریٰ کے تدین کے لئے کسوٹی اور معیار ہے۔ اور

(۲) سورت توبہ میں ارشاد ہے:۔

جو لوگ قدیم ہیں۔ سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے۔ نیکی کے ساتھ۔ اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔

جن حضرات نے حضرات مہاجرین اور انصار صحابہ کی اتباع کی ہے۔ اس آیت نے اتباع کرنے والے حضرات سے مہاجرین اور انصار صحابہ کی طرح اللہ کی رضا کا اعلان فرمایا۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ صحابہ کی اتباع کرنے میں اگر کھوٹ ہے۔ اور صحابہ کی اتباع ذہنی غلامی ہے۔ اور صحابہ

کی اتباع میں ان کے اقوال پر تنقید کی ضرورت ہے۔ تو ایسوں کی اتباع کرنے والوں سے قرآن شریف اللہ کی رضا کا اعلان ہرگز نہ کرتا۔ اگر حق تعالےٰ نے علی الاطلاق صحابہ کی اتباع کرنے والوں سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے۔ اور یقیناً ایسا اعلان فرمایا ہے۔ تو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ صحابہؓ کی اتباع ذہنی غلامی نہیں ہے۔ اور صحابہؓ کی اتباع میں ان کے اقوال پر تنقید کی ضرورت نہیں ہے۔ اور صحابہؓ کی اتباع ہر قسم کے کھوٹ اور شک شبہ سے خالی ہے۔ اور یہ۔ کہ صحابہؓ کی اتباع حق ہے۔ اور ان کی اتباع میں حق کا انحصار ہے۔ اور معیار کی یہی شان ہوتی ہے۔ کہ وہ حق پر حادی ہوتا ہے۔ اسلئے ہم کہتے ہیں۔ کہ صحابہؓ کی اتباع حق کے پہچاننے کیلئے معیار ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے حسب عادت اس آیت پر خوب بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ اور عجیب قسم کے نکات کھولے ہیں۔ جن سے صحابہؓ کی شان معیاریت کے مخالفین کی گرہیں کھلتی ہیں۔ اس لئے میں اختصار کے ساتھ اعلام الموقعین سے حافظ ابنِ قیمؒ کی بحث کا کچھ حصہ نقل کرنا چاہتا ہوں۔

حافظؒ فرماتے ہیں۔ صحابہؓ کی اتباع کا معنیٰ اور مراد یہ ہے۔ کہ صحابہؓ کے اقوال کی دلیل اور صحت معلوم کئے بغیر اتباع کی جائے۔ تو ایسی اتباع کرنے والے متبعین کہلاتے ہیں۔ اور قرآن شریف ایسی اتباع کرنے والوں کی تعریف کرتا ہے۔ اور ایسے متبعین کے لئے رضوان الٰہی کی خبر دیتا ہے۔ اور اگر قرآن شریف ہم سے صحابہؓ کی دلیل کی اتباع کا مطالبہ کرتا۔ تو اس ارشاد میں صحابہؓ کی اتباع کرنے والوں کو رضوان الٰہی کی بشارت کے ساتھ مخصوص نہ فرماتا۔ اس لئے کہ دلیل کی اتباع کے لئے صحابہؓ کی دلیل کی اتباع کے ذکر کرنے کی

خصوصیت کے ساتھ ضرورت اور حاجت نہیں ہے۔ اور نیز ہر مستدل کی دلیل کی اتباع کرنے پر رضوان الٰہی کی بشارت بھی کہیں مذکور نہیں ہے۔ بہت سے بہت اس قدر کہا جا سکتا ہے۔ کہ مجتہد کا اجتہاد اور قیاس دلیل ہے۔ اور اس کی اتباع جائز ہے۔ صحابہؓ کی اتباع کی وجہ اور اس کی جزا میں رضوان الٰہی کی بشارت کی خبر صرف یہ ہے۔ کہ صحابہؓ ہجرت، دین کی نصرت اور پیغمبرانہ دعوت کے قبول کرنے اور لبیک کہنے میں سابقیت کے اوصاف سے موصوف ہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ قرآن شریف میں ماموربہ کی اتباع اس کی دلیل اور حجت کے ثبوت پر موقوف نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں حضورؐ کے لیئے ارشاد ہے۔ فاتبعونی میری اتباع کرو۔ واتبعوہ اس کی اتباع کیجئو۔ ان آیات میں امر اتباع کی یہ مراد نہیں۔ کہ حضورؐ کی دلیل کی اتباع کیجئو۔ اگرچہ رسالت مآبؐ کی پیغمبرانہ شخصیت پیش نظر رہے۔ آپ جانتے ہیں۔ اگر رسالت مآبؐ کی پیغمبرانہ شخصیت کو نظر انداز کرنا جائز اور درست ہے۔ تو دلیل کی حقیقت کیا باقی رہتی ہے۔ پیغمبرانہ شخصیت ہی دلیل کی جان ہے۔ قرآن شریف نے کسی وقت اور کسی حال میں بھی رسالت مآبؐ سے دلیل کے مطالبہ کرنے پر ہم کو تکلیف نہیں دی ہے۔ بلکہ صرف رسالت مآبؐ کے ارشاد کو حجت اور دلیل منوانا چاہا ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کی مذکورہ آیت نے صحابہؓ کی حسنِ نیت، حسنِ اعمال، صحبتِ نبوت کی ملازمت اور رسالت مآبؐ کی تطہیر اور تزکیہ میں صحابہؓ کی آراستگی اللہ کے دین میں بے انتہا سعی اور اللہ کے رسول کی بے پناہ نصرت اور بے انتہا قربانیوں کے پیشِ نظر صحابہؓ کی اتباع کرنے والوں کی تعریف فرمائی۔ اور رضوانِ الٰہی کی بشارت کی خبر دی ہے۔

حافظ ابنِ قیمؒ فرماتے ہیں۔ اس آیت میں یہ مقصود نہیں ہے۔ کہ صحابہؓ
کے اجماع کی اتباع کرنے والوں کے لئے رضوانِ الٰہی کی بشارت ہے۔ بلکہ آیت
میں مقصود یہ ہے۔ کہ صحابہؓ کا اجماع ہے۔ یا ایک صحابی کا قول ہے۔ اس کی
اتباع اللہ کی تعریف اور رضوانِ الٰہی کی بشارت کا حق رکھتا ہے۔ اور اسکی
دلیل یہ ہے۔ کہ جس طرح اس آیت میں صحابہؓ سابقین اور ان کی اتباع کرنے
والوں میں ایک ایک سابق صحابی اور ایک ایک اتباع کرنے والے کو قرآن
شریف نے رضوانِ الٰہی کی بشارت دی ہے۔ اسی طرح اس آیت نے صحابہؓ
کی اتباع کو صحابہؓ کی سابقیت اور مذکورہ اوصاف میں ان کے قدیم ہونے
پر معلق کیا ہے۔ اور صحابہؓ کے مذکورہ اوصاف پر اتباع کرنے والوں کی اتباع
کی تعلیق صحابہؓ کی انفرادی اور اجتماعی دونوں حالتوں کو شامل ہے۔ اگر صحابہؓ
کا اجماع ہے۔ تب بھی ان اوصاف سے موصوف ہے۔ اور اگر ایک منفرد
صحابی ہے۔ تب بھی ہجرت، نصرت اور سابقیت کے اوصاف سے موصوف
ہوتا ہے۔ اور اتباع کی تعلیق صحابہؓ کی ذوات برکات کی مذکورہ اوصاف
کے اتصاف کی وجہ سے تھی۔ یہ اوصاف جس حال میں پائے جاتے ہیں۔ خواہ
وہ حال اجتماع کا ہے۔ یا انفراد کا۔ اس کی اتباع محمود اور رضوانِ الٰہی کی موجب ہے۔
استعمال اور محاورہ میں یہ ضابطہ ہے۔ کہ اسمائے عامہ پر جو احکام معلق ہوتے
ہیں۔ ان کے مسمیات میں ایک ایک فرد کے لئے احکام شامل اور ثابت
ہوتے ہیں۔ جیسا اقامت صلوٰۃ کا حکم ایمان پر معلق اور مشروط ہے۔ اور مومن
اسم عامہ ہے۔ اس کے ایک ایک فرد کو ہر ایک مومن کو اقامت صلوٰۃ کا حکم
دیا گیا ہے۔ اور یہ مراد نہیں کہ ایمان والوں کا اجتماع اقامت صلوٰۃ پر مامور ہے
اور مومنین کا ایک ایک فرد اقامت صلوٰۃ کے حکم سے باہر ہے۔ اور اس کی

دوسری مثال یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو صادقین کی معیت ساتھ دینے کا امر فرمایا ہے۔ اور معیت کا یہ حکم مؤمنین کے عام اسم پر معلق اور مشروط ہے۔ ایمان والوں کے ایک ایک فرد کو صادقین کے ساتھ دینے کا حکم شامل اور ثابت ہے۔ اور اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہیں۔ کہ تمام ایمان والے بحالت اجتماعی صادقین کے ساتھ دینے پر مامور کئے گئے ہیں۔ اور مؤمنین کا ایک ایک فرد انفراد کی حالت میں صادقین کے ساتھ دینے کے حکم سے باہر ہے۔ قرآن شریف میں جہاں افراد کے مجموعہ پر احکام کو شامل اور ثابت رکھنا مقصود ہوتا ہے۔ وہاں قرآن شریف ایسا اسم استعمال کرتا ہے۔ کہ وہ ایک ایک فرد کے بدون صرف افراد کے مجموعہ کو شامل ہوتا ہے۔ جیسا امت وسط اور خیر امت۔ اور غیر سبیل المؤمنین میں امت اور سبیل المؤمنین صرف امت کے مجموعہ اور پوری امت کو شامل ہے۔ امت کا ایک ایک فرد نہ امت وسط ہے۔ اور نہ امت کے ایک ایک فرد کی راہ سبیل المؤمنین ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کی مذکورہ آیت میں ہجرت، نصرت اور سابقیت ایسا اسم عامہ ہے۔ کہ وہ صرف صحابہؓ کے اجتماع کو شامل نہیں ہے۔ بلکہ صحابہؓ کے ایک ایک فرد کو بھی جامع ہے۔ جس نے صحابہؓ کے اجماع کی اتباع کی ہے۔ یا آحاد کی اتباع کی ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ صادق آتا ہے۔ کہ اتباع کرنے والے نے سابقین صحابہؓ کی اتباع کی۔ نیز اگر مذکورہ آیت میں صرف صحابہؓ کے اجماع کی اتباع کا تقاضہ ہو تو یہ تقاضہ پورا نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ سابقین اولین بڑی مخلوق ہے۔ نہیں معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ان تمام حضرات نے کس امر پر اجماع کیا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ سابقین اولین میں بہت سے حضرات صحابہؓ رسالت مآبؐ کی حیات طیبہ میں یا شہید ہو گئے تھے۔ یا وفات پا گئے تھے۔

حضورؐ کی حیات میں تو حضرات صحابہؓ کی اتباع کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اور جب ضرورت پڑی تو تمام سابقین اوّلین کا اجتماع ناممکن ہے۔ تو پھر ان تمام کے اجتماع کی اتباع کا مطالبہ قرآن شریف کی اس مذکورہ آیت کا تقاضہ ہو تو کیسے ہو۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔ کہ مذکورہ آیت میں صحابہؓ کی اتباع کرنے والوں کے لیئے رضوان الٰہی کی بشارت کی خبر کا یہ تقاضا ہے۔ کہ ان کی اتباع اور رضوان الٰہی حاصل کرنا واجب ہے۔ اس لئے کہ یہ اصل اور دلیل ثابت اور قائم ہے۔ کہ دین میں علم کے بغیر بولنا حرام ہے۔ اور حرام کی اتباع میں اللہ کا غضب اور قہر ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ یا اگر درگزر کیا گیا تو عفو حاصل ہوگا۔ مگر یہاں تو اتباع صحابہؓ میں رضوان الٰہی کی خبر ہے۔ تو یہ ظاہر اور صریح دلیل ہے۔ کہ صحابہؓ کی اتباع میں ایسے قول کی اتباع ہے۔ جو علم سے بولا گیا ہے۔ اور مقصود بھی صرف اس قدر ہے۔ کہ صحابہؓ کی اتباع علم اور دلیل کی اتباع ہے۔ اور علم و دلیل کی اتباع کی ضرورت اور التزام کرنے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ کہ صحابہؓ کے علم پر اور ایسے علم پر قرآن شریف شہادت دیتا ہے۔ جس کو اللہ کا رسولؐ اپنے رب سے لے کر آیا ہے۔ جیسا کہ سورت سبا میں ارشاد ہے۔ ویری الذین اوتوا العلم الذی انزل الیک من ربک ھوالحق (ترجمہ) اور جن کو علم دیا گیا ہے۔ وہ دیکھ لیں کہ جو تجھ پر اترا ہے تیرے رب سے وہی ٹھیک ہے۔ اور سورت محمدؐ میں ارشاد ہے۔ ومنھم من یستمع الیک حتیٰ اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال انفا۔ ترجمہ۔ اور ان میں سے بعضے وہ ہیں۔ جو آپ کی طرف کان رکھتے ہیں۔ یہاں تک جب آپ کے پاس سے نکل جاتے ہیں۔ تو

ان سے کہتے ہیں۔ جنہیں علم دیا گیا ہے۔ اس نے ابھی ابھی کیا کہا"

ان دونوں آیات میں اہلِ علم سے مراد صحابہؓ ہیں۔ تابعینؒ صحابہؓ ہی ہی کو علماء کہتے تھے۔ اور صحابہؓ ہی کے علم کو علم سمجھتے تھے۔ اور صحابہؓ ہی کے پاس اللہ اور اس کے رسولؐ کا علم تھا۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے علم سے صحابہؓ بولتے ہیں۔ اور ان کے اس علم پر قرآن شریف شہادت دیتا ہے۔ اس لئے ان کے علم اور ان کے قول کی اتباع واجب ہے۔

حافظ ابنِ قیمؒ فرماتے ہیں۔ مذکورہ آیت میں قرآن شریف ہم سے اپنی مناسب شان لہجہ میں صحابہؓ کی اتباع کا مطالبہ کرتا ہے۔ مگر صحابہؓ کی اتباع کے مطالبہ کو قرآن شریف اپنی صراحت میں ظاہر نہیں فرماتا اور اس میں قرآن شریف کی حکمت یہ ہے۔ کہ وجوب اتباع افعال اور اقوال دونوں کی اتباع کو شامل ہے۔ اور افعال کی اتباع مطلقاً ان افعال کی مخالفت کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے۔ اور اس کا تقاضا مخطی کی مذمت ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ مطلقاً افعال کی مخالفت حرام نہیں ہے۔ اور نہ سزاوار مذمت ہے۔ لیکن اقوال جب ان کی اتباع میں یہ ثابت ہُوا۔ کہ اللہ کی رضا ہے۔ تو پھر ان کی مخالفت کے لئے کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور نیز جب یہ ثابت ہُوا کہ قول کی اتباع میں اللہ کی رضا ہے۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس کی ضد میں اللہ کی رضا نہیں ہے۔ لیکن افعال کا ایسا حال نہیں ہے۔ کبھی افعال مختلفہ میں اللہ کی رضا ہوتی ہے۔ اور مختلف حالات کے اعتبار سے کبھی کرنے میں اللہ کی رضا ہوتی ہے۔ اور کبھی ترک میں اللہ کی رضا ہوتی ہے۔ لیکن اعتقادات اور اقوال کا ایسا حال نہیں ہے۔ ان کے ترک اور فعل میں اختیار نہیں ہوتا قصد اور

حال کے اعتبار سے ان میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ جب یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ صحابہؓ کے اقوال کی اتباع میں رضا ہے۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حق اور صواب صرف صحابہؓ کے اقوال ہیں۔ اور ان کی اتباع واجب ہے۔ اس لئے جب ہم کسی کے قول اور اعتقاد کو حق اور صواب معلوم کرنے کے لئے جانچتے ہیں۔ تو ہم صحابہؓ کے اعتقاد اور اقوال کی موافقت سے حق اور صواب سمجھتے ہیں۔ اور یہی معنے ہے صحابہؓ کے معیارِ حق ہونے کا۔ کہ ان کے اقوال اور اعتقادات کی موافقت سے دوسروں کے اعتقادات اور اقوال حق اور صواب ثابت ہوتے ہیں۔

(۳) حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہو گئے تھے۔ اور میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان تمام فرقوں میں ایک فرقہ ناجی ہوگا۔ اور باقی سب جہنم میں جائیں گے۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ وہ ناجی فرقہ کون سا ہے۔ جواب میں ارشاد فرمایا۔ جو فرقہ میرے اور میرے صحابہؓ کے طریق پر ہے۔ وہ ناجی ہے۔

اس حدیث نے یہ بتلایا ہے۔ کہ حضورؐ کے طریقہ کی طرح صحابہؓ کا طریقہ بھی ہدایت اور نجات کے معلوم کرنے اور فرقوں کے عقائد اور اعمال کے جانچنے کا معیار اور کسوٹی ہے۔ حضورؐ کی ذاتِ بابرکات کو ہدایت سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح صحابہؓ کی ذوات مقدسہ کو حق اور ہدایت سے الگ دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ رسالت مآبؐ کے اس ارشاد کے اس عمق کو سوچیے۔ کہ جس طرح رسالت مآبؐ کی ذات بابرکات کسی کے جانچنے اور تنقید سے بلند اور بالا ہے۔ اسی طرح حضورؐ نے صحابہؓ کی ذوات مقدسہ کو معیار کی حیثیت سے رکھا اور موودیوں کی تنقید سے بلند اور بالاتر ظاہر فرمایا۔

اور نیز حضورؐ سے بہت سے فرقوں میں ناجی فرقہ کی شناخت کے بارہ میں صحابہؓ نے استدعا کی ہے۔ اور حضورؐ نے ناجی فرقہ کی شناخت اور پہچاننے کے لئے کتاب اور سنّت کی نشاندہی نہیں فرمائی۔ بلکہ اپنی ذاتِ بابرکات کی طرح صحابہؓ کے اسوہ کو تمام فرقوں کے جانچنے اور فرقہ ناجیہ کے پہچاننے کے لئے کسوٹی اور معیار بنایا ہے۔ اور اس کی وجہ صرف یہی ہے۔ کہ افتراق کے وقت ہر فرقہ کو کتاب اور سنّت کا دعویٰ ہوتا ہے۔ اور ہر فرقہ اپنی تائید کے لئے اپنے ذہن میں کتاب اور سنّت کا جو اس نے مفہوم سمجھا ہے۔ پیش کرتا ہے۔ اور کسی ایک فرقہ کے مفہوم سے دوسرا فرقہ سند اور احتجاج کو قبول نہیں کرتا ہے۔ اس لئے رسالت مآبؐ نے کتاب اور سنّت کے بتانے کی بجائے اپنا اسوہ اور صحابہؓ کا اسوہ متعین فرمایا۔ کہ کتاب اور سنّت کا صحیح مفہوم وہی ہے۔ جو حضورؐ کے اسوۂ طیبہ کے ساتھ ساتھ صحابہؓ کرام کی سیرت اور اسوہ میں بیان کیا جا رہا ہے۔ اور درحقیقت کتاب اور سنّت کا یہی عملی دستور ہے جو رسالت مآبؐ کے اسوہ اور صحابہ کرامؓ کے آثار میں ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) مجمع الزوائد میں طبرانی اور امام احمدؒ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں :۔

میرے اور میرے صحابہؓ کا ایک مقام اور ایک طریقہ ہے۔ اور دوسرے لوگوں کا دوسرا مقام اور دوسرا طریقہ ہے۔"

رسالت مآبؐ نے اس ارشاد میں اپنے صحابہؓ کو اپنے مقام اور اپنے ساتھ ایک طریقہ پر رکھا ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی طرح صحابہؓ کا طریقۂ عمل بھی سنّت ہے۔ اور دوسروں کی طرح صحابہؓ کے اقوال کی تنقید نہیں کی جائے گی۔ بلکہ صحابہؓ کے علاوہ دوسروں کے

اقوال اور اعمال کے جانچنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرح صحابہؓ کے اقوال اور اعمال کسوٹی اور معیار ہیں۔

حافظ شاطبیؒ کتاب الاعتصام میں لکھتے ہیں۔ عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا صحابہ کرامؓ دین کے امام ہیں۔ ان کی اقتدار کی جائے گی۔ اور صحابہؓ میں کسی ایک صحابی کے قول پر عمل کرنا بھی سنت ہے" حافظ شاطبیؒ الموافقات میں لکھتے ہیں۔ صحابہ کا طریقہ سنت ہے۔ اس پر عمل کیا جائیگا۔ اور اس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور امام سرخسیؒ لکھتے ہیں۔ کسی صحابی کے فتویٰ کو قیاس سے مقدم رکھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرف لوٹنا ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صحابہؓ کی اقتدا کی دعوت دی ہے۔

غرض یہ کہ جب ہم رسالت مآبؐ کے صحابہؓ کو دوسرے مجتہدین سے آگے رکھتے ہیں۔ اور صحابہؓ کے اقوال کو دوسرے حضرات مجتہدین کے اجتہاد اور قیاس سے مقدم کرتے ہیں۔ تو ایسا کرنے میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور سلف صالح کی مسعود روش کی پیروی کرتے ہیں۔ اور صحابہؓ کی اتباع میں قرآن شریف کی رضوان الٰہی کی بشارت حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ اگرچہ اس موضوع پر کتاب اور سنت کی روشنی میں بہت زیادہ لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن طول مضمون کے خوف سے میں اسقدر پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ اور ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ترجمان القرآن نومبر ۱۹۶۳ء میں جو کچھ اس موضوع پر لکھا ہے۔ اس کو آپکے سامنے لایا جائے۔ اور قارئین کرام مودودی صاحبان کے ان دلائل اور حوالہ جات کو جو صحابہؓ کے معیار حق ہونے کے خلاف پیش کرتے ہیں۔ خوب سوچ لیں۔ اور ان کی تحقیق اور دیانت کی بڑھ کر داد دیں۔

قرآن کا فیصلہ

ترجمان القرآن عنوان بالا کے تحت لکھا ہے۔ کتاب اور سنت کے بموجب صحابہ کرامؓ کے من حیث الجماعت واجب الاحترام ہونے اور اجماع صحابہؓ کے حجت شرعی تسلیم کیے جانے کے بعد اس ضمن میں ایک مسئلہ بحث طلب رہجاتا ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے۔ کہ ایک ایک صحابی کے منفرد قول و فعل یا چند صحابہؓ کے مختلف اقوال کا شمار ادلہ شرعیہ میں ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور کتاب و سنت کی کسوٹی پر جانچے بغیر بلا تنقید اور بے چون و چرا محض قول و فعل صحابی ہونے کی بنا پر انہیں واجب التقلید سمجھا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس معاملہ میں جب ہم سب سے پہلے کتاب اللہ کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں کسی مقام پر بھی صحابہؓ کرام کے انفرادی افعال و اعمال کو ہمارے لئے مستقل اسوہ اور مرجع قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ تمام مسلمانوں کے ساتھ خود صحابہ کرامؓ کو بھی یہ تعلیم فرمائی گئی ہے۔ کہ جب کسی معاملہ میں تمہارے درمیان تنازعہ اور اختلاف پیدا ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی جانب لوٹاؤ۔ اس ارشاد ربانی کے اولین مخاطب صحابہ کرامؓ ہی ہیں۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ہی یہ فیصلہ فرما دیا ہے۔ کہ ایک ایک صحابی بجائے خود معیار حق نہیں ہے۔ بلکہ اختلاف کی صورت میں صحابہؓ کے لئے بھی مرجع کتابؔ اور سنت ہی ہے۔

جواب:۔ قرآن شریف نے کتاب اور سنت کی طرف رجوع کرنے کا امر ایمان سے خطاب کرنے کے پیش نظر دیا ہے۔ اس سے صحابہؓ کے بارہ میں اپنے دعویٰ کے لئے استدلال کرنا واضح اور بین استدلال نہیں ہے۔ صحابہؓ کی صحابیت

ہجرت، نصرت اور سابقیت کے اوصاف کے پیشِ نظر پہلے آپ نے پڑھ لیا ہے۔ کہ قرآن شریف کو ایک ایک صحابیؓ کی اتباع کرنا مطلوب ہے۔ اور اہلِ علم نے صحابہؓ کی اتباع کرنے والوں کے لئے رضوان الٰہی کی بشارت کی خبر سے ایک ایک صحابی کی اتباع کے وجوب پر مذکورہ اوصاف کے پیشِ نظر قرآن شریف کی اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابنِ قیمؒ کی بحث میں آپ نے تفصیل پڑھ لی ہے۔ نیز اس آیت میں صحابہؓ کو قیاس کی جانب بھی رجوع کرنے کا امر نہیں دیا گیا ہے۔ مگر حضرت معاذؓ نے جب رسالت مآبؐ کے سامنے اپنے اجتہاد کرنے کا ذکر فرمایا تو آپؐ نے حضرت معاذؓ کی تصویب فرمائی اور صحابہؓ نے ہمیشہ اجتہاد کیا۔ اور بعد میں آنے والوں کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھولا ہے۔ قرآن شریف اختلاف کی صورت میں بیشک کتاب اور سنّت کی طرف رجوع کرنے کا امر دیتا ہے۔ مگر اس میں یہ شرط ضروری ملحوظ ہے۔ کہ کتاب اور سنّت کے نصوص موجود ہوں۔ کتاب اور سنّت کے نصوص کی موجودگی میں کسی کو بھی اجتہاد اور قیاس کرنے کا حق نہیں ہوتا ہے۔ صحابہؓ نے اس وقت اجتہاد کیا ہے۔ جب کتاب اور سنّت کے نصوص میں حکم نہیں ملتا۔ اور اہلِ علم نے ایسے وقت میں صحابہؓ کے اقوال پر رجوع کیا ہے۔ جب ان کو کتاب اور سنّت کے نصوص نہیں ملتے ہیں۔ اور صحابہؓ کے آثار کی طرف رجوع کرنا درحقیقت کتاب اور سنّت کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اس لئے کہ صحابہؓ کے اقوال علم ہیں۔ اور حق ہیں۔ اور کتاب اللہ کو ان کی اتباع مطلوب ہے۔ اور سنّت نے صحابہؓ کی اقتدار کی دعوت دی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ صحابہؓ کے اقوال پر رجوع کرنے اور صحابہؓ کے اقوال سے احتجاج کی مخالفت میں قرآن شریف کے مذکورہ حکم سے یہ صاحبان کیونکر استدلال کرسکتے ہیں۔

حدیث کا فیصلہ

عنوان بالا کے تحت ترجمان القرآن میں لکھا ہے۔ قرآن مجید کے بعد جب ہم حدیثِ رسولؐ سے رجوع کرتے ہیں۔ تو وہاں بھی ہمیں صحابہؓ کرام کے انفرادی اقوال و افعال کے واجب الاتباع ہونے پر کوئی دلیل نہیں ملتی۔ اس میں شک نہیں۔ کہ بعض احادیث میں وارد ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کرو۔ لیکن اس سے مراد ان کی ذاتی حیثیت میں مطلقاً پیروی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد خلیفہ راشد ہونے کی حیثیت سے ان کی اس سنت کی پیروی ہے۔ جس سے اجماع صحابہؓ کی تائید و توثیق حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہ دونوں بزرگ دوسرے صحابہؓ کو اپنی آرا پر بحث و کلام کی دعوت اور اپنے خیالات سے اختلاف کی اجازت نہ دیتے۔ اور خود صحابہؓ بھی ان سے اختلاف کرنے کی جرأت نہ کرتے۔

جواب:۔ ہمیں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جماعت اسلامی کے امیر اور آپ کے متبعین دیدہ دانستہ کتاب اور سنت کے نصوص سے جی چراتے ہیں۔ ورنہ رسالت مآبؐ نے صحابہؓ کرام کو حجت اور استدلال کے مقام پر افتراق کی حدیث میں اپنے ساتھ رکھا ہے۔ اور صحابہؓ کے علاوہ تمام دوسرے لوگوں کے مقابلہ پر رسالت مآبؐ نے اپنے صحابہؓ کو التزام اتباع کی حیثیت سے اپنے ساتھ ملایا ہے۔ اور عبداللہ ابن مسعودؓ کے عہد سے تمسک اور احتجاج کرنے پر اور عمار ابن یاسرؓ کی سیرت سے ہدایت لینے پر رسالتمآبؐ نے ایمان والوں کو مامور فرمایا ہے۔ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے علاوہ

حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ تمام خلفائے راشدین کی سنّت کو التزام عمل اور احتجاج کے اعتبار سے اپنی سنّت کا مقام دیا ہے۔ لیکن ان صاحبوں کو صحابہؓ کے انفرادی اقوال وافعال کے واجب الاتباع ہونے پر حدیث میں کوئی دلیل نہیں ملتی۔ اتنی بڑی بصیرت اور اس میں اس قدر گہری تاریکی ہے۔ اور رسالت مآبؐ کی سنّت میں ان صاحبوں کی تحریف قابلِ داد ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ راشد کی حیثیت سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اقتداء کا امر دیا ہے ان صاحبوں کی یہ تحریف امام غزالیؒ کی کتاب المستصفیٰ سے سرقہ ہے۔ اور یہ بچارے ایسا ہی کرتے ہیں۔ اہلِ علم سے تاویلات لیتے ہیں۔ مگر ان کا نام نہیں لیتے۔ اس بحث کے علاوہ بھی بہت سے مسائل میں ان کی یہ عادت معلوم ہو چکی ہے۔

قارئین کرام جانتے ہیں۔ کہ خلیفہ راشد کی حیثیت صرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی نہیں ہے۔ بلکہ ان کی طرح حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی حیثیت بھی خلیفہ راشد کی ہے۔ تو پھر اقتدا کے امر میں اس حدیث میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو الگ کرنے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو مخصوص کرنے کی وجہ کیا ہے۔ اور نیز یہ معلوم ہے۔ کہ جد کے بارہ میں صدیق اکبرؓ نے جو رائے قائم فرمائی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے خلیفہ راشد کی حیثیت سے جد کے بارہ میں جو رائے قائم فرمائی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے ساتھ اتفاق نہیں کیا۔ اور تمتع بالعمرۃ الی الحج کے بارہ میں حضرت عثمانؓ نے خلیفہ راشد کی حیثیت سے ایک رائے قائم فرمائی تھی۔ مگر حضرت علیؓ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

افسوس ہے۔ کہ یہ بزرگ دین کے متعلق کس قدر اندھیرے میں پڑے ہیں

بات یہ ہے۔ کہ اجتہادی آراء میں اختلاف ہوتا ہے۔ اور کوئی مجتہد دوسرے مجتہد کی رائے کی تقلید یا اتباع نہیں کرتا۔ اور یہ ایسے اصول ہیں۔ جن میں مجتہد کی خلیفہ راشد کی حیثیت اور غیر خلیفہ راشد کی حیثیت کو کچھ بھی دخل اور امتیاز نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کی اقتدار کے لئے خلیفہ راشد کی قید اور شرط کسی حدیث میں منصوص نہیں ہے۔ بلکہ حدیث میں یہ مذکور ہو چکا ہے۔ کہ جب ابوبکرؓ اور عمرؓ نے کسی رائے پر اتفاق کر لیا ہے۔ تو حضورؐ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی رائے سے رسالت مآبؐ نے اتفاق کرنے کی سنّت ایسے وقت میں قائم فرمادی ہے۔ جب کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کو خلیفہ راشد کی حیثیّت حاصل نہیں تھی۔ اور نیز صحابہؓ کے آثار میں جو تفصیلات مذکور ہیں۔ ان سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ صحابہؓ کی اقتدار اور اتباع کے اوامر میں خلیفہ راشد کی حیثیت کا قطعاً لحاظ اور رعائت نہیں ہے۔ جیسا کہ حضورؐ نے عبداللہ ابنِ مسعودؓ کے عہد سے تمسک کرنے کا امر فرمایا اور حضرت عمرؓ نے اہلِ کوفہ کو حضرت عمارؓ اور ابنِ مسعودؓ کی اقتدار کا امر دیا ہے۔

عبداللہ ابنِ مسعودؓ نے فرمایا۔ صحابہؓ کی اتباع کرو۔ اور بدعتی مت بنو۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا۔ صحابہؓ کی اتباع کرو۔ اگر صحابہؓ کی اتباع سے دائیں بائیں ہو جاؤ گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ حضرات صحابہؓ کے آثار میں وضاحت ہوتی ہے۔ کہ صحابہؓ کی اقتدار اور اتباع کے لئے خلیفہ راشد کی حیثیت قید اور شرط نہیں ہے۔ اور مقالہ نویس کا یہ کہنا قطعاً غلط ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنی آراء پر دوسروں کو بحث اور کلام

کرنے کی دعوت اور اختلاف کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ کیا یہ صاحبان نہیں جانتے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ صحابہؓ کا سب سے پہلے ردت اور مانعین زکوٰۃ کے بارہ میں ہنگامہ آرا اختلاف ہوا ہے۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے صحابہؓ کے اختلاف رائے پر کچھ التفات نہیں فرمایا۔ اور ان کو اختلاف رائے کی اجازت نہیں دی۔ اور تمام صحابہؓ صدیق اکبرؓ کی رائے پر اتفاق کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور مصر کی مفتوحہ اراضی کی تقسیم کے بارہ میں صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے کی مخالفت کی ہے۔ مگر حضرت عمرؓ نے ان کی رائے کو اٹھایا اور ان کے اختلاف کو باقی نہیں چھوڑا۔ اور جو آپ کی رائے تھی اس پر فیصلہ سنایا ہے۔ اس کی بہت مثالیں ہیں۔ کہ جب کسی صحابی نے ایسے وقت رائے دی ہے۔ جبکہ رائے کی ضرورت نہ تھی۔ کتاب اور سنت کی دلیل موجود تھی۔ اس وقت کوئی صحابی بھی کسی دوسرے صحابی کو اختلاف رائے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے جامع العلم میں بہت سی ایسی مثالیں ذکر کی ہیں۔

اجتہاد اور رائے میں صحابہؓ کا دستور

صحابہؓ میں اجتہاد اور رائے کا ایک منضبط دستور تھا۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جب کتاب اور سنت صحابہؓ کے آثار نہیں ملتے تھے۔ تو پھر وہ اجتہاد کرتے تھے۔ جیسا کہ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین رائے کی تیسری قسم میں لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کو لکھا۔ کہ تم کتاب اور سنت پر فیصلہ کرو۔ تو پھر آئمہ مجتہدین صالحین (صحابہ) کے فیصلے پر فیصلہ کرو۔ اگر صحابہؓ کا فیصلہ بھی نہیں ملتا۔ تو پھر اجتہاد اور قیاس کرو۔ اور حضرت عمرؓ

کا اپنا دستور بھی یہی تھا۔ کہ اللہ کی کتاب اور سنّت کے بعد ابوبکر صدیقؓ کے فیصلہ پر فیصلہ کرتے تھے۔ ورنہ دوسرے صحابہؓ سے مشورہ کرتے تھے۔ عبداللہؓ ابنِ مسعودؓ نے فرمایا۔ کتاب اور سنّت کے بعد صالحین صحابہؓ کے فیصلہ پر فیصلہ کیجئے۔ ورنہ پھر اجتہاد کیجئے۔ سنن دارمی باب الفتیا میں لکھا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ کتاب اور سنّت کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی رائے پر فیصلہ کرتے تھے ورنہ اجتہاد کرتے تھے۔ ابنِ قیمؒ باب القضاء بکتاب اللہ میں لکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو اگر کتاب اور سنّت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے نہیں ملتی تھی۔ تو پھر صحابہؓ سے مشورہ کرتے تھے۔ مذکورہ آثار سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے۔ کہ یہ حضرات صحابہؓ اجتہاد اور رائے سے کتاب اور سنّت کی طرح حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ کے آثار کو مقدم رکھتے تھے۔ اور صحابہؓ کے بعد بھی یہی دستور رہا ہے۔ سنن دارمی باب الفتیا میں مذکور ہے۔ کہ ایک صاحب نے ابنِ شہاب زہریؒ کی موجودگی میں عمر ابن عبدالعزیزؒ سے پوچھا۔ میری بیوی پر تین دن مسجد حرام میں اعتکاف بیٹھنا ضروری تھا۔ کیا میری اہلیہ کے لئے تین دن روزے رکھنے بھی ضروری ہیں۔ ابنِ شہاب زہری نے اس کے جواب میں کہا۔ ہاں۔ روزہ رکھے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا ہے۔ عمر ابنِ عبدالعزیزؒ نے ابنِ شہاب زہری سے کہا۔ کیا حضورؐ نے ایسا فرمایا ہے۔ کیا حضرت ابوبکرؓ نے ایسا فرمایا ہے۔ کیا حضرت عمرؓ نے یا حضرت عثمانؓ نے ایسا فرمایا ہے؟۔ ابنِ شہاب نے نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد عمر ابنِ عبدالعزیزؒ نے فرمایا۔ پھر میں ان دنوں میں تیری بیوی پر روزے رکھنے ضروری نہیں جانتا۔ عمر ابن عبدالعزیزؒ کے اس فیصلہ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ حضرات سنّت کی طرح حضرات

صحابہؓ کی رائے کو دلیل اور حجت سمجھتے تھے۔

ذاتی رائے میں صحابہؓ کا دستور

صحابہؓ کو جب کتاب اور سنّت میں کوئی نص کسی واقعہ کے لئے دلیل نہیں ملتی تھی تو پھر وہ اپنی ذاتی رائے قائم کرتے تھے۔ اور ذاتی رائے سے میری مراد یہ ہے۔ کہ جس واقعہ میں کتاب سنّت اور اجماع نہیں ہے۔ اور کسی حرج یا مصلحت کے مظنہ کو حکم کی علّت قرار دی گئی ہے اور حرج یا مصلحت کا مظنہ حالات اور اشخاص کے اعتبار سے الگ الگ ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں اختلاف کا ہونا بہت ممکن ہو سکتا ہے۔ اور ایسی صورت میں ہر صاحب رائے کو اپنی رائے پر وثوق ہوتا ہے۔ اور دوسرے کی رائے پر حسن ظن رکھتا ہے صحابہؓ کی ایسی آرا میں اختلاف ہوا اور ہر ایک صحابی کو اپنی رائے کی طرح دوسرے صحابی کی رائے پر وثوق رہا۔ اور اپنی رائے کی طرح دوسرے صحابی کی رائے کو بھی دلیل اور حجت جانا اور اپنی رائے کی طرح دوسرے صحابی کی مخالف رائے پر بھی عمل کرنے کا اختیار دیا ہے۔ جیسا کہ ایک مجتہد اپنے اجتہاد کی طرح دوسرے صاحب اجتہاد کی رائے سے حُسنِ ظن رکھتا ہے۔ اور اس پر نکیر نہیں کرتا اور کسی صاحب کو صرف اپنی رائے پر مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی رائے کی طرح دوسرے مجتہد کی رائے پر عمل کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ مجتہد اپنی رائے کی طرح دوسرے کی اجتہادی رائے کو بھی دلیل اور حجت جانتا ہے۔ اسی طرح صحابہؓ کا حال ہے۔ ہر ایک صحابی اپنی رائے کی طرح دوسرے صحابی کی رائے کو دلیل جانتے ہیں۔ اور اپنی رائے کی طرح دوسرے کی رائے پر عمل کرنا حق جانتے ہیں۔ اس لئے

کسی صحابی نے ایسی صورت میں کسی دوسرے صحابی کی رائے پر انکار نہیں کیا۔ اور نہ کسی صحابی کی مخالف رائے کو روکا ہے۔ کہ ایک دلیل اپنے برابر کی دلیل کو نہیں توڑتی اور نہ اس پر نکیر کرتی ہے۔ اور اس کی مثالیں بیشمار مذکور ہیں۔ کہ ایک صحابی نے دوسرے صحابی کی رائے پر انکار نہیں کیا۔ اور نہ دوسرے صحابی کو اس کی رائے سے روکا ہے۔ لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے۔ جو مقالہ نویس نے ظاہر کرنا چاہا ہے۔ کہ ایک صحابی اپنی رائے کو یا دوسرے صحابی کی رائے کو حجت نہیں جانتے تھے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک صحابی اپنی رائے کی طرح دوسرے صحابی کی رائے کو حجت سمجھتے تھے۔ اور اپنے علم و بصیرت میں اپنی طرح دوسرے صحابی کے علم و بصیرت میں اجتہاد کا حق جانتے تھے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ علم اور دلیل کے بغیر دین کے بارہ میں بولنا گمراہی اور حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے علم کے بغیر فتویٰ دیا وہ گمراہ ہے۔ دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے میرے نام پر ایسی بات کہی جو میں نے نہیں کہی تھی تو وہ جہنم میں گھر بنائے۔ اور جس نے علم کے بغیر فتویٰ دیا۔ تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔ اور جس نے اپنے بھائی کو ایسا مشورہ دیا ہے۔ جس کے سوا امر میں رشد ہے۔ تو اس نے خیانت کی۔ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ علم کے بغیر بولنے سے بہت گھبراتے تھے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں۔ جس کے پاس علم ہے۔ تو لوگوں کو بتلائے اور اگر وہ نہیں جانتا تو کچھ نہ بولے۔ یہ دین میں تکلف ہے۔ اور دین سے نکلنا ہے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ تمہارے علماء نکل جائیں گے پھر اپنی رائے

سے قیاس کریں گے اور دین کو گرادیں گے۔ اور فرمایا جب تم سے ایسی بات پوچھی جائے۔ جو تو نہیں جانتا۔ تو کہہ دے۔ کہ میں نہیں جانتا۔ یہ علم کا تیسرا حصہ ہے۔

اس لیے جب ہم دین کے مسائل میں صحابہؓ کے اقوال کو پڑھتے ہیں۔ تو ہمیں یقین ہوتا ہے۔ کہ صحابہؓ کے یہ اقوال علم اور دلیل سے ہیں۔ ورنہ علم اور دلیل کے بغیر دین کے مسائل میں صحابہ کرامؓ بولنے اور بتانے سے احتراز کرتے تھے۔ اگر صحابہؓ کے اقوال علم و دلیل کے بغیر ہوتے۔ تو کسی ایک صحابی کا قول بھی دین کے مسائل میں ہم تک نہ پہنچتا۔ اور کوئی ایک صحابی دوسرے صحابی کو دین کے مسائل میں بولنے کی اجازت اور اختیار نہ دیتے۔

حدیث اصحابی کالنجوم کی تحقیق

ترجمان القرآن نومبر ۱۹۶۳ء میں عنوان بالا کے تحت لکھا ہے:

اقتدائے شیخین سے متعلق ان احادیث کے علاوہ صرف ایک روایت ایسی پائی جاتی ہے۔ جس سے بظاہر صحابہ کرامؓ کے منفرد اقوال کی حجیت کے حق میں استدلال ہو سکتا ہے۔

یہ روایت بالعموم اس طرح بیان کی جاتی ہے۔ "میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے راستہ پاؤ گے" اگرچہ اصول فقہ کی کتابوں میں اس روایت کا جابجا ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن میرے علم میں کوئی ایک اصولی یا فقیہہ بھی ایسا نہیں ہے۔ جس نے اس روایت سے صحابی کے قول و عمل کو مطلقاً حجت ثابت کرنے کی کوشش کی ہو علماء اصول اس روایت کی کچھ دوسری تاویلات کرتے ہیں۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے جامع بیان العلم میں روایت بالا کی سند کو نقل کر کے لکھا ہے۔ یہ ایسی

سند ہے جس کے بل پر کوئی حجت قائم نہیں ہوتی۔ ابن حزمؒ نے کہا ہے۔ یہ اعتبار سے گری ہوئی روائیت ہے۔ یہ ایک جھوٹی اور موضوع اور باطل خبر ہے۔ جو صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں اس روائیت کو غیر صحیح ثابت کیا ہے۔

جواب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریعی زبان میں خلفائے راشدینؓ کے طریقے کو سنت بتلا کر اس کی پابندی کے التزام کا امر فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اقتدا کا اور عبداللہ ابن مسعودؓ کے عہد سے تمسک کرنے کا امر فرمایا ہے۔ مگر ترجمان القرآن کا مقالہ نویس یا رسالت مآبؐ کے ان ارشادات کو نہیں جانتا۔ یا ان سے قصداً جی چراتا ہے۔ اور صرف یہی ایک حدیث اسکے سامنے ہے۔ اور حضرات صحابہؓ ایک ایک صحابی کے قول کو حجت اور دلیل تسلیم کرتے ہیں۔ مگر مقالہ نویس کی شان بالا ہے۔ صحابہؓ کے طریقہ احتجاج کو نگاہ میں نہیں لاتا۔ اور کسی اصولی یا فقیہہ کے استدلال کو تلاش کر لیا ہے۔ مگر کسی اصولی یا فقیہہ کا استدلال اس حدیث سے صحابی کے قول کی حجیت کے لئے مقالہ نویس کو نہیں ملا ہے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ جماعت اسلامی کے امیر اور اسکے متبعین صاحبوں کی یہ عادت ہو چکی ہے۔ کہ جسقدر یہ صاحبان پڑھتے اور جانتے ہیں اس سے بدرجہا زیادہ لکھتے ہیں۔ اور بولتے ہیں۔ حافظ ابن عبد البرؒ نے اختلاف صحابہ کی بحث میں لکھا ہے۔

عمر ابن عبدالعزیزؒ۔ سفیان ثوریؒ۔ قاسم ابن محمد ابن ابی بکرؓ فرماتے ہیں۔ جس صحابی کا قول چاہو اس پر عمل کرو۔ اور ان حضرات کے علاوہ ایک قوم نے ایسا کہا ہے۔ اور ان کی دلیل حضورؐ کا ارشاد ہے۔ "میرے صحابہؓ تاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے

جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے"۔

اور اسی بحث میں اس کے آگے حافظ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہؒ بھی اس حدیث اصحابی کالنجوم کے ظاہر پر مائل ہیں۔ اس لئے فرمایا۔ کہ صحابہ میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں لے لیتا ہوں۔ اور ان سب کے اقوال سے باہر نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح امام احمدؒ بھی اصحابی کالنجوم کی حدیث پر مائل ہیں۔ اس لئے فرمایا۔ کہ ہمارے لئے صحابہؓ کے اقوال پر تنقید کرنا جائز نہیں ہے جس صحابی کا قول چاہتے ہیں لے لو۔ اور امام سرخسیؒ نے ابو سعید بروعی کے مسلک کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ حضورؐ نے صحابہؓ کی اقتدا کی طرف لوگوں کو دعوت دیکر ارشاد فرمایا۔ "میرے صحابہؓ تاروں کی مانند ہیں۔ جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے"۔ حافظ شاطبیؒ الموافقات میں لکھتے ہیں۔ ایک طائفہ کہتا ہے۔ کہ صحابی کا قول حجت ہے۔ اگر ایک صحابی کا قول دوسرے صحابی کے قول کے معارض ہے۔ تو ان میں سے ہر ایک صحابی کا قول حجت ہے۔ اور مکلف کے لئے ان دونوں قولوں میں سے ہر ایک قول کے ساتھ تمسک کرنا درست ہے۔ اور یہ طائفہ اس مسلک کے لئے حضورؐ کے اس ارشاد اصحابی کالنجوم سے احتجاج کرتا ہے۔ یہ حضرات تابعین اور ان کے بعد فقہ اور اصول کے امام اور اہلِ علم کا ایک بڑا طائفہ جس مقصد کے لئے اس حدیث کو حجت اور سند کی حیثیت میں ذکر کرتے ہیں وہ مقصد یہ ہے۔ کہ ہر ایک صحابی کا قول دلیل اور حجت ہے۔ مگر مقالہ نویس کی کم علمی اور بے بصیرتی پر افسوس ہوتا ہے۔ کہ اس نے کسی اصولی اور فقیہہ کو اس حدیث سے مذکورہ مقصد کے لئے استدلال کرتے نہیں پڑھا ہے۔ مقالہ نویس اعتراف کرتا ہے۔ کہ علمائے اصول نے اس حدیث کی کچھ دوسری تاویلات کی ہیں۔ اگر ان تاویلات کو مقالہ نویس ذکر کرتا۔ تو قارئین کرام علمائے اصول کی ان تاویلات

سے اس قدر استفادہ کر سکتے تھے۔ کہ ان تاویلات میں کوئی ایسی تاویل بھی کسی اصولی یا فقیہہ نے کی ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کسی ایک صحابی کا قول دلیل اور حجت نہیں ہے۔

میں ان تاویلات میں سے اسمٰعیل ابنِ یحییٰ مزنیؒ متوفی ۲۶۴ھ اور امام غزالیؒ کی تاویل کو قارئین کرام کے استفادہ کے لئے نقل کرنا چاہتا ہوں:۔

علمائے فقہ اور اصول کی تاویل

حافظ ابنِ عبد البرؒ نے جامع بیان العلم میں مذکورہ حدیث کی تاویل میں امام مزنیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے۔ تو اس کے معنے یہ ہیں کہ صحابہؓ نے حضورؐ سے جو کچھ روائیت کیا ہے۔ صحابہ اپنی روائیت اور شہادت میں ثقہ ہیں۔ اور ان میں ہر ایک کی نقل و روائیت ثقہ اور حجت ہے۔ اور امام غزالیؒ نے المستصفیٰ میں اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے۔ کہ حضورؐ نے صحابہؓ کے اہلِ عصر عوام کو یہ حکم دیا ہے۔ کہ وہ صحابہؓ کی اتباع کرے۔ اور صحابہؓ کے مختلف اقوال میں جس صحابی کے قول کو چاہتا ہے۔ اس کی اقتدا کرے۔ جن حضرات اہلِ علم کا یہ مسلک ہے۔ کہ عالم بھی عالم کی تقلید کرے۔ ان کے مسلک کے مطابق صحابی بھی صحابی کی تقلید کرے۔ اور جو صحابی نہیں ہے۔ مگر عالم ہے۔ وہ بھی کسی صحابی کی تقلید کرے۔ اور جن حضرات اہلِ علم کا یہ مسلک ہے۔ کہ عالم کو عالم کی تقلید جائز نہیں۔ تو ان کے مسلک کے مطابق اس حدیث نے ایسے حضرات کو کسی ایک صحابی کی اتباع پر مامور فرمایا ہے۔ جو خود صحابہؓ نہیں ہیں یا اہلِ علم نہیں ہیں۔ ان حضرات اہلِ علم کی مذکورہ تاویلات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایک صحابی کا قول بھی دلیل اور حجت ہے۔ خواہ اس کا قول حدیث کی روائیت میں ہے یا دین کے

مسائل ہیں ہے۔ اور خواہ اس کی اتباع پر عوام اور اہلِ علم دونوں نا مور ہوں۔ یا باستثنائے اہلِ علم صرف عوام ہی مامور ہیں۔ مگر ایک صحابی کی اتباع کا امر اس حدیث نے دیا ہے۔ معلوم نہیں مقالہ نویس کو مذکورہ تاویلات سے یہ خیال کیسے ہُوا ہے۔ کہ ان میں ایک صحابی کے قول سے سند اور احتجاج نہیں ہے۔

علم کا افلاس

مقالہ نویس نے مذکورہ حدیث پر حفاظِ حدیث کی جرح کو نقل کیا ہے۔ مگر یہ صاحب اسقدر نہیں سمجھتے ہیں۔ کہ ان کا مقصد مذکورہ حدیث پر جرح اور تنقید ہے۔ اور حفاظ حدیث سے اس حدیث کی سند اور رواۃ پر جرح و تنقید میں مدد لی ہے۔ حدیث کی سند اور رواۃ کی جرح اور تعدیل اور مسئلہ ہے۔ اور حدیث کے متن کی صحت اور قابلِ احتجاج ہونا یہ دوسرا مسئلہ ہے۔ مقالہ نویس کا دعویٰ کچھ ہے۔ اور جو ثابت کرتا ہے۔ اس سے اس کو فائدہ نہیں ہے۔ بڑی تعداد میں ایسی حدیثیں موجود ہیں۔ جو آئمہ حدیث کو صحیح سند سے ثابت نہیں ہیں۔ مگر انکے متنوں سے آئمہ حدیث اور فقہ نے احتجاج کیا ہے۔ اور ان کے متنوں کو صحیح اور ثابت تسلیم کر لیا ہے۔

مقالہ نویس نے اس بحث میں جن حضرات حفاظِ حدیث سے نقل کیا ہے وہ صرف اس حدیث کی سند اور اس کے روائت کے بارہ میں ہے۔ ابن حزمؒ کے سوا اور کسی نے نہیں کہا ہے۔ کہ یہ حدیث جعلی یا موضوع ہے۔ اور ابن حزمؒ مغلوب الغضب آدمی ہے۔ حد سے متجاوز ہوگئے ہیں۔ بسا ابنِ حزمؒ صحیح حدیث کو کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ صحیح نہیں۔ جیسا قبر میں سوال اور جواب کے وقت ردِّ روح کی صحیح حدیث کا ابن حزمؒ نے انکار کیا ہے۔ اور حافظ ابنِ قیمؒ نے کتاب الروح میں ابن حزمؒ کا تعاقب کیا ہے

اور اس کی اس غلطی پر گرفت کی ہے۔ اس حدیث کے بارہ میں ابن حزمؒ کا یہ کہنا کہ یہ جعلی خبر ہے۔ بہت بھارا ہے۔ خطیب نے اس حدیث کو کفایہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ اور خصائص کبریٰ میں ابن ابی عمر کی مسند اور عبد ابن حمید کی سند سے حضرت انسؓ اور ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ اور حافظ ابن عبد البرؒ نے خود دو طریقوں سے روایت کیا ہے۔ ایک طریقہ کے بارہ میں یہ لکھا ہے۔ کہ یہ سند صحیح نہیں ہے۔ اور دوسری روایت کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اس طریقہ میں حارث ابن غصین مجہول ہے۔ اور کہا کہ یہ ایسی سند ہے۔ جس سے حجت قائم نہیں ہوتی اور تیسرے طریقہ سے بھی اس کو روایت کیا۔ اور اس کے متعلق لکھا کہ اس حدیث میں عبد الرحمٰن ابن زید کی وجہ سے آفت آئی ہے۔ اسلئے کہ اہلِ علم اس کی روایت سے سکوت کرتے ہیں۔ اس روایت کے ان تمام طریقوں کے روایت میں کسی راوی کے متعلق یہ نہیں بتایا ہے۔ کہ وہ جھوٹا ہے۔ اگر صرف ابن معین نے عبد الرحمٰن ابنِ زید کو جھوٹا کہا ہے۔ تو یہ کوئی بڑی بات اور آخری بات نہیں ہے۔ ابنِ معین نے امام شافعیؒ کے بارہ میں بھی جو کچھ کہا ہے وہ اہلِ علم جانتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ کا مقام بھی جانتے ہیں۔ مذکورہ حدیث کی سند اور رواۃ کے بارہ میں محدثین کے اقوال سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اور اس کے متن پر کسی امام حدیث نے ایک حرف نہیں لکھا ہے۔ حافظ ابنِ عبد البرؒ اور حافظ ابن قیمؒ کا اس حدیث کی سند کے بارہ میں یہ لکھنا کہ وہ صحیح نہیں ہے یہ معنے بھی ہو سکتا ہے۔ کہ کثرت طرق کے اعتبار سے وہ اس حدیث کی سند کو ضعیف سے اوپر اور حسن لغیرہ کے مقام پر رکھتے ہیں۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ جعلی ہے۔ چنانچہ تذکرۃ الموضوعات میں لکھا ہے۔ جب محدثین کسی سند کے بارہ میں لا یصح

کہتے ہیں تو اس کہنے سے اثبات عدم لازم نہیں بلکہ اس سے ان کی مراد عدم ثبوت ہے۔ اور نیز کسی راوی کے مجہول ہونے سے بھی کسی حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا ہے۔ اور نیز اس حدیث کی سند کے ضعف اور نا قابلِ احتجاج ہونے سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس کا متن بھی ضعیف اور نا قابلِ احتجاج ہے۔ بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جن کی روائیت ضعیف اور نا قابلِ حجت سند سے کی گئی ہے۔ مگر ان کے متون کی صحت پر آئمہ حدیث اور فقہ کو اتفاق ہوتا ہے۔ اور ان سے احتجاج کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے کسی صحیح سند کی تلاش نہیں کرتے اس لئے کہ حدیث کی سند اور حدیث کا متن دونوں الگ الگ امور ہیں چنانچہ توجیہہ النظر میں ایسی کتب کی معرفت جو حدیث حسن کی راہ بتلاتی ہے۔ کے عنوان میں لکھا ہے۔ کہ صاحبِ نظر نے جس حدیث کی سند کو صحیح یا حسن جان لیا ہے۔ تو اس کو صحیح یا حسن کہہ دیتا ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی ایسی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جائے گا جبتک اس حدیث کا متن شذوذ اور علت سے سالم ثابت نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ سند کی صحت اور حسن حدیث کے متن کی صحت اور حسن کا تقاضہ نہیں کرتی ہے۔

ابنِ صلاح فرماتے ہیں۔ جب محدثین یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ حدیث صحیح الاسناد یا حسن الاسناد ہے۔ اور جب یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے۔ تو ان دونوں میں فرق ہے۔ اور ہر ایک کہنا دوسرے کہنے سے الگ ہے۔ محدثین کبھی یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ مگر اس کا متن صحیح نہیں ہوتا۔ اس میں شذوذ ہوتا ہے۔ یا علت ہوتی ہے۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے فرمایا کسی حدیث کو محدثین کا صحیح کہنا اور کسی حدیث کی سند کو صحیح کہنا اتفاقی امر نہیں ہے۔ بلکہ اس کی وجہ ہوتی ہے۔ اگر کوئی نا اہل محدثین کی اس تعبیر کو پڑھتا ہے۔ تو اس کو

چاہیئے کہ صحیح الاسناد حدیث کے متن کو بھی آئمہ حدیث کے کلام میں تلاش کرے۔
اگر کسی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ یا اس کو حسن کہا ہے۔ تو اس سے احتجاج کرے۔
ورنہ اس سے احتجاج کرنے سے احتراز کرے۔ اس میں بڑا خطرہ ہے۔ الخ۔

مقالہ نویس نے جن حفاظِ حدیث سے اس حدیث کے بارہ میں کلام نقل کیا ہے۔ ان تمام حضرات نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے۔ جبتک حضرات آئمہ حدیث سے اس حدیث کے متن پر کلام ثابت نہ کیا جائے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ مقالہ نویس نے صرف تکلّف کیا ہے۔ اور مذکورہ حدیث کی سند پر محدثین کی جرح اور کلام کا اس حدیث کے متن پر کچھ بھی اثر نہیں ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو قاسم ابنِ محمد ابنِ ابی بکرؓ عمر ابن عبد العزیزؒ خلیفہ راشد امام حدیث سفیان ثوریؒ امام حدیث و فقہ امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ اور علمائے اصول اور فقہ کی ایک بڑی جماعت نے اس کے متن سے استدلال کیا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ان تمام حضرات آئمہ حدیث اور فقہ کو اس حدیث کے متن کی صحت اور ثبوت کا یقین تھا ورنہ اس سے احتجاج نہ کرتے۔

مجہول راوی کی روایت

بات یہ ہے۔ کہ جس حدیث کی سند میں کوئی مجہول راوی ہے۔ یا کسی اور وجہ سے سند میں ضعف ہے۔ مگر کوئی جھوٹا راوی اس سند میں مذکور نہیں ہے۔ اگر ایسی حدیث کا متن کسی صحیح سند کے ثبوت کے بغیر آئمہ حدیث کو پہنچا ہے۔ تو آئمہ حدیث ایسے مجہول سند کے متن سے احتجاج کرتے ہیں الروض الباسم میں امام حدیث وزیر یمانیؒ امام ابو حنیفہؒ کی طرف سے مطاعن کے جواب میں لکھتے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہؒ اور بہت سے علماء مجہول کی روایت کو قبول

کرتے ہیں۔ اگر اس کے خلاف اور اس کے معارض ثقہ اور معلوم العدالت کی روائیت نہیں ہے۔ اور نوویؒ نے یہ لکھا ہے۔ کہ بہت سے محققین مجہول کی روائیت سے احتجاج کرتے ہیں۔ اور فتح الملہم میں لکھا ہے۔ کہ ابن خذیمہ اور ابن حبانؒ ایسی روائیت کو ثقاۃ میں گنتے ہیں۔ جو کسی مجہول راوی سے ثقہ راوی نے روائیت کیا ہے۔ جب یہ حضرات آئمہ حدیث مجہول کی روائیت کو قبول کرتے ہیں۔ اور اس سے احتجاج کرتے ہیں۔ تو اگر مذکورہ حدیث کی روائیت میں حافظ ابن عبدالبرؒ کے طریقہ سے حارث ابن غصین مجہول راوی ہے۔ اور اس روائیت کے معارض کسی ثقہ اور معلوم العدالت راوی کی روائیت نہیں ہے۔ تو ایسی حدیث سے احتجاج کیا گیا ہے۔ اس سے احتجاج کیا جا سکتا ہے۔

ضعیف سند کی حدیث

ایسی حدیث جس کی سند کا کوئی طریقہ مقال سے خالی نہیں بلکہ بعض طرق میں کاذب رواۃ اور بعض میں ناقابلِ حجت رواۃ بھی مذکور ہیں۔ اور اس کا متن کسی صحیح سند سے ثابت نہیں مگر آئمہ فقہ اور حدیث میں اس کا متن صحت میں معروف اور متداول ہے۔ تو ایسی سند کے ایسے متن کو آئمہ حدیث اور فقہ حجت کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس سے احتجاج کیا ہے۔ جیسے لا وصیۃ لوارث کی حدیث ہے۔ حافظ زیلعیؒ نے کتاب الوصایا میں متعدد طریقوں سے اس حدیث کو روائیت کیا اور ہر ایک طریقہ میں ناقابلِ حجت رواۃ موجود ہیں۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے شرح بخاری میں لکھا ہے۔ کہ یہ حدیث بخاری کو اس کی شرط پر صحیح سند پر ثابت نہیں ہے۔ اور اس کی سند کے ہر ایک طریقہ میں

مقال ہے۔ لیکن طرق کا مجموعہ اس حدیث کی اصلیت کا تقاضہ کرتا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں اس حدیث کا متن متواتر ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ہم سے جو بھی اہلِ فتویٰ ملا ہے۔ اور جن سے ہم نے علم حاصل کیا۔ اور جسقدر قریش اور غیر قریش مغازی کے اہلِ علم ہم سے ملے ہیں۔ ان سب نے کہا ہے۔ کہ فتح مکّہ کے دن حضورؐ نے فرمایا تھا۔ کہ وارث کے لئے وصیّت نہیں ہے۔ اہلِ علم نے اہلِ علم سے اس حدیث کو لیا ہے۔ اور یہ اس نقل و روائیت سے بہت بہتر ہے۔ جو ایک راوی دوسرے ایک راوی سے نقل اور روائیت کرتا ہے۔ اور امام جصاصؒ احکام القرآن میں لکھتے ہیں۔ اہلِ سیر نے حجۃ الوداع کے خطابہ میں حضورؐ کا یہ ارشاد لکھا ہے۔ کہ وارث کے لئے وصیّت نہیں ہے۔ یہ نقل مستفیض چلا آرہا ہے۔ جیسا کہ ثارث پر وصیّت کا اقتصار مستفیض چلا آتا ہے۔ اور نقل استفاضہ میں اور فقہاء کے استعمال اور احتجاج اور تلقی بالقبول میں کچھ فرق نہیں ہے۔ نقل استفاضہ کی طرح فقہاء کا استعمال اور احتجاج اور تلقی بالقبول صحت اور ثبوت کی حجت اور دلیل ہے۔ اس لئے یہ حدیث متواتر کے معنی میں ہے۔ علم کا موجب ہے ریب اور شک کا نافی ہے۔ امام شافعیؒ اور امام جصاصؒ کی غرض یہ ہے۔ کہ ثقہ آحاد کی نقل اور روائیت سے اگر حدیث کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ تو اہلِ علم کا اہلِ علم سے کسی حدیث کا نقل لینا اور فقہاء کا کسی حدیث کو احتجاج میں ذکر کرنا اور کسی حدیث کو حجّت کی حیثیّت سے قبول کرنا ثقہ آحاد کی نقل سے اس حدیث کی صحت اور استفاضہ کیلئے بڑی دلیل ہے۔ اور حافظ ابن قیمؒ اعلام الموقعین میں حضرت معاذؓ کی حدیث اجتہاد کے ثبوت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ اہلِ علم نے حضرت معاذؓ کی حدیث اجتہاد کو نقل کیا ہے۔ اور اس سے احتجاج کیا ہے۔ اس لئے ہم نے سمجھ لیا ہے۔ کہ

اہلِ علم کو اس کے متن کی صحت حاصل اور ثابت ہے۔ جیسا کہ حدیث لاوصیۃ لوارث اور حدیث البحر ھو الطھور ماءہ اور حدیث الدیۃ علی العاقلۃ وغیرہ کی صحت ہمیں اہلِ علم کے احتجاج اور نقل سے حاصل ہوئی ہے۔ اور اہلِ علم کی نقل اور احتجاج سے ان احادیث کی سند کی طلب کی ضرورت نہیں رہی۔

اگرچہ مذکورہ حدیثوں کا متن سند کے اعتبار سے صحیح اور ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح حدیث اصحابی کالنجوم الخ کا حال ہے۔ اس کا متن کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔ لیکن فقہ اور حدیث کے آئمہ نے احتجاج میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اور اہلِ علم نے اہلِ علم سے حجت کی حیثیت میں اس حدیث کو لیا اور نقل کیا ہے۔ اس لئے ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ آئمہ حدیث اور فقہ کو اور اہلِ علم کو اس حدیث کا متن صحیح اور ثابت حاصل ہے۔ اور اس کے لیئے صحیح سند کی طلب کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ نے پڑھ لیا ہے۔ کہ صحابی کالنجوم کے متن سے امام ابو سعید بردعیؒ امام سرخسیؒ۔ امام احمدؒ۔ امام سفیان ثوریؒ۔ امام ابو حنیفہؒ۔ خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ امام قاسم ابن محمد ابن ابی بکرؒ حضرات نے احتجاج کیا ہے۔ اس لئے کہ ان حضرات کو اس حدیث کی صحت کا یقین حاصل تھا۔ اور ہمیں بھی ان کے وثوق اور تیقن سے اسکے صحیح ہونے کا یقین ہونا چاہیئے۔ اور نیز امام سرخسیؒ نے اجماع کی بحث میں لکھا ہے۔ کہ شیخ ابوالحسن اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر ایک یا دو علماء نے کسی مسئلہ میں علماء کی اکثریت کی مخالفت کی ہے۔ تو ان کی مخالفت سے اجماع کا حکم ثابت نہیں ہوگا۔ اور اس مراد کے لئے ان حضرات آئمہ نے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم حدیث سے استدلال کیا ہے۔

غرض یہ ہے۔ کہ اس حدیث کے متن سے آئمہ حدیث و فقہ نے مختلف مقاصد

کے لیے استخراج کیا ہے۔ ورنہ اگر امام شافعیؒ کو اور شیخ ابوالحسن کرخیؒ کو اس حدیث کا متن صحیح ثابت نہ ہوتا تو اس سے اس مقصد کیلئے نئے استدلال نہ کرتے۔

قول صحابی کے متعلق آئمہ سلف کا مسلک

ترجمان القرآن نومبر ۱۹۶۳ء۔ عنوان بالا کے تحت مقالہ نویس نے لکھا ہے۔ بہر کیف قول صحابی کے حجت ہونے پر کتاب و سنّت میں کوئی نص موجود نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ امت کا اس مسئلہ میں تقریباً اتفاق ہے۔ کہ اگر کسی معاملہ میں صرف ایک یا چند صحابہ کا عمل یا قول ہی ماثور ہو تو اس کا شمار ادلہ شرعیہ میں نہیں ہو سکتا۔ چاہے اس کے خلاف کوئی دوسرا قول صحابی موجود نہ ہو اسے کتاب و سنّت کی کسوٹی پر جانچنا ناگزیر ہوگا۔ الخ۔

جواب:۔ مقالہ نویس اپنی ضد کا پکا اور صحابی کے قول کی حجیّت کے انکار پر تُلا ہے۔ ورنہ سنّت نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کا امر دیا ہے۔ سنّت نے خلفائے راشدین کی سنّت کی اتباع پر مامور فرمایا ہے۔ سنّت نے عبداللہ ابن مسعودؓ کے عہد سے تمسک کرنے کا امر فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ، عبداللہ ابن عباسؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اقوال کو اور دوسرے صحابہ کے اقوال حجّت کی حیثیّت سے قیاس پر مقدم کرتے تھے۔ عمر ابن عبدالعزیزؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، حضرت ربیعۃ الرائے، امام شافعیؒ، حضرات سلف صحابہ کے آثار اور اقوال کو حجّت کی حیثیت سے قیاس اور اجتہاد پر مقدم رکھتے ہیں۔ مقالہ نویس کا یہ لکھنا۔ جو آپ نے پڑھ لیا ہے۔ کس قدر فریب ہے۔ سنّت میں صحابی کے قول کے حجّت پر نصوص کے ہوتے ہوئے اور سلف صالح میں صحابی کے قول کے حجت ہونے پر آئمہ سلف کے صریح اقوال کے ہوتے ہوئے مقالہ نویس

کا یہ لکھنا کہ سنت میں صحابی کے حجت ہونے پر کوئی نص نہیں ہے۔ اور امت کو اتفاق ہے۔ کہ ایک یا چند صحابہؓ کا قول شرعی دلیل نہیں ہے۔ مکر دجھوٹ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

حنفیہ کا مسلک

مقالہ نویس اس عنوان کے نیچے لکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے دو اقوال اگست ۱۹۶۳ء کے ترجمان القرآن میں مستند حوالوں سے نقل ہو چکے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جب مجھے کتاب وسنت میں کوئی حکم نہیں ملتا تو میں اجماع صحابہؓ کی پیروی کرتا ہوں اور اختلاف کی صورت میں جس صحابی کا قول چاہتا ہوں قبول کرتا ہوں۔ اور جس کا چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ دوسرا قول یہ ہے۔ کہ جب صحابہؓ میں اختلاف ہو تو قیاس کرتا ہوں۔

جواب:۔ امام ابو حنیفہؒ کے یہ دو اقوال جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب نے ترجمان القرآن اگست ۱۹۶۳ء خلافت اور اس کے متعلقہ مسائل میں "امام ابو حنیفہؒ کا مسلک" کے زیر عنوان خطیب کی تاریخ اور امام شعرانی کی میزانِ کبریٰ سے نقل کئے ہیں۔ خطیب کی تاریخ سے جو قول لیا گیا ہے۔ یہ وہی قول ہے۔ جس کو میں نے صحابہؓ کے اقوال کے بارہ میں آئمہ فقہاء کا مسلک کے عنوان کے ذیل میں یحییٰ ابن ضریسؒ، ابو عصمہؒ اور ابو حمزہؒ کی زبان سے نقل کر دیا ہے۔ مودودی صاحب نے امام صاحب کے اس قول میں اپنی طرف سے صحابہؓ کے اجماع کا اضافہ کیا ہے امام ابو حنیفہؒ کے پیشِ نظر صحابہؓ کے اجماع کی بحث اور سوال نہیں ہے۔ اس لئے کہ اجماع صحابہؓ کا ہو یا غیر صحابہؓ کا بہرحال اجماع ہے۔ اور دلیل ہے۔ اور قیاس پر مقدم ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے پیشِ نظر صحابہؓ کا اجماع نہیں۔ صحابہؓ کے ایسے اقوال ہیں جن میں

اختلاف ہے۔ ایسے اقوال کے بارہ میں امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں ان میں سے جس صحابی کے قول کو چاہتا ہوں لیتا ہوں۔ مگر صحابہؓ کے اقوال سے باہر نہیں جاتا اور جب تابعین کے اقوال میرے سامنے آتے ہیں۔ تو میں ان کی مزاحمت کرتا ہوں۔ انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔ وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ تابعین کے مقابلہ پر صحابہؓ کے اقوال کو دلیل اور حجت کے مقام پر قیاس اور اجتہاد سے پہلے اور مقدم حیثیت میں رکھنا ظاہر فرماتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کی یہ مراد ہرگز نہیں۔ کہ صحابہؓ کے اجماع کی آپ پیروی کرتے ہیں۔ اور تابعین کے اجماع کی آپ مزاحمت کرتے ہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ صحابہؓ کے اجماع کے بعد تابعین نے اس کا انکار کیا اور اس کے خلاف اجتہاد کیا ہے؟۔ کیا کوئی ایسی مثال موجود ہے۔ کہ ایک مسئلہ میں صحابہؓ کا اجماع موجود ہے۔ اور تابعین نے اس کے مخالف دوسرا اجماع کیا ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے تابعین کے اجماع کے خلاف صحابہؓ کے اجماع کی پیروی کی ہے؟۔

بات یہ ہے۔ کہ صحابہؓ کے اجماع کے بعد تابعین نے صحابہؓ کے مخالف کوئی کوئی اجماع نہیں کیا ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے تابعین کے اجماع کے مخالف اور مقابلہ پر صحابہؓ کے اجماع کی پیروی اور التزام کا بیان نہیں کیا۔ مودودی صاحب نے امام ابو حنیفہؒ کے قول میں تحریف کرنے کے لئے اجماع کی قید اور شرط کا اضافہ کیا ہے۔ آپ خود سوچ لیجئے کہ کسی کے قول کے نقل کرنے میں اپنی طرف سے کسی قید اور شرط کا اضافہ کرنا یہ دیانت ہے۔ یا بددیانتی!۔

امام ابو حنیفہؒ کا دوسرا قول

جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب نے امام ابو حنیفہؒ کا دوسرا قول

میزان کبریٰ سے نقل کیا ہے۔ اب اس کی تفصیل سنیئے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں۔ کہ خلیفہ منصور نے امام ابوحنیفہؒ کو لکھا۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے۔ کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے خلیفہ منصور کو جواب دیتے ہوئے فرمایا! امیرالمؤمنین! آپ کو جو بات پہنچی ہے وہ ایسی نہیں ہے۔ جو آپ کہتے ہیں۔ میں اللہ کی کتاب پر عمل کرتا ہوں۔ اس کے بعد اللہ کے رسول کی سنّت کو لیتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے فیصلے لیتا ہوں۔ پھر ان فیصلوں کے بعد دوسرے صحابہؓ کے فیصلوں کو لیتا ہوں۔ اور اگر صحابہؓ کے فیصلوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ تو میں قیاس کرتا ہوں۔

امام صاحبؒ کی اس روائیت کو جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب نے ترجمان القرآن اگست ۱۹۶۳ء میں لکھا ہے۔ اور مقالہ نویس مذکور نے اسی کے حوالہ سے ترجمان القرآن نومبر ۱۹۶۳ء میں امام ابوحنیفہؒ کا دوسرا قول یہ لکھدیا ہے۔ کہ جب صحابہؓ میں اختلاف ہو تو قیاس کرتا ہوں۔ اور ان صاحبوں نے اس قول سے یہ سمجھ لیا ہے۔ اور دوسروں کو یہ سمجھانا چاہا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ صحابی کے قول کو حجّت نہیں جانتے۔ اور جب صحابہؓ کے اقوال میں اختلاف ہوتا ہے۔ تو امام ابوحنیفہؒ صحابہؓ کے قول پر قیاس اور اجتہاد کو مقدم کرتے ہیں۔ مگر ان صاحبوں کا یہ سمجھنا اور دوسروں کو یہ سمجھانا صرف نادانی اور علم سے بعید اور اجنبیّت کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ دین کے معاملہ میں ان کی نیّت اچھی نہیں ہے۔ اور علم کے مزاج سے ان کا ذہن اور فکر آشنا نہیں ہے۔ ورنہ امام ابوحنیفہؒ کے اس قول میں بھی یہ مذکور ہے۔ کہ میں حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ پر فیصلہ کرتا ہوں حضرت عمرؓ کے فیصلہ پر فیصلہ کرتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ کے فیصلہ پر فیصلہ کرتا ہوں

اور حضرت علیؓ کے فیصلہ پر فیصلہ کرتا ہوں۔ اور اس کے بعد دوسرے صحابہؓ سے فیصلہ لیتا ہوں۔ یہ تمام حضرات صحابہؓ ہیں۔ اور ان کے انفرادی فیصلوں پر امام ابو حنیفہؒ فیصلہ دیتے ہیں۔ اور ان کے انفرادی فیصلوں کو حجت جانتے ہیں۔ ان تمام حضرات صحابہؓ کے فیصلے صرف اجماعی فیصلے نہیں تھے۔ بہت سے بہت یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان فیصلوں کی مخالفت کسی صحابی نے نہیں کی۔ اور مخالفت نہ کرنے کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ ان کو وہ قول نہیں پہنچا ہے۔ اور نیز یہ بحث صحابہؓ کی آرار میں ہے۔ آرار کے اتفاق کا نام اجماع نہیں ہے۔ اجماع کا مفہوم اور ہے۔ اور اتفاق آرار کی حقیقت اور ہے۔ اور یہ صاحبان غالباً اس غلط فہمی کے شکار ہو گئے ہیں۔ کہ اتفاق آرار کو اجماع سمجھ لیا ہے۔ اور کسی رائے پر سکوت اور خاموشی کو اس رائے سے اتفاق سمجھا۔ اور اس سے اجماع بنا لیا ہے۔ مگر اہل علم جانتے ہیں۔ کہ اجماع عزیمت یہ نہیں ہے۔ اور اس کے اجماع رخصت ہونے میں امام شافعیؒ، عیسٰے ابن ابانؒ اور شیخ کرخیؒ کو اختلاف ہے۔ اور آرار میں اتفاق اجماع کے مفہوم سے باہر ہے۔ جیسا کہ اسباب اجماع سے اتفاق آرار اور اجماع میں فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے قول میں کیا مراد ہے

امام ابو حنیفہؒ اس قول میں یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ خلفائے راشدین کے اقوال کو دوسرے صحابہؓ کے اقوال پر مقدم کرتا ہوں۔ خواہ خلفائے راشدین کے مخالف اقوال دوسرے صحابہؓ کے ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن خلفائے راشدین کے اقوال کو لیتا ہوں۔ اور دوسری طرف نگاہ نہیں کرتا۔ اور جب دوسرے صحابہؓ کے مختلف اقوال ہوتے ہیں۔ تو ان اقوال میں کسی قول کو لینے کے لئے قیاس سے ترجیح

دیتا ہوں۔ صحابہ کے مختلف اقوال میں اپنے قیاس سے ایک قول کو ترجیح دیتا ہوں۔ امام ابو حنیفہؒ صحابہؓ کے مختلف اقوال میں اس لئے قیاس کرتے ہیں کہ وہ کسی صحابی کے قول کو ترجیح دے دے اور اس پر عمل کرے۔ امام ابو حنیفہؒ صحابہؓ کے مختلف اقوال کی صورت میں اس لئے قیاس نہیں کرتے کہ وہ قیاس کو صحابہؓ کے مختلف اقوال پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اپنے قیاس پر عمل کرتے ہیں اور اس کو دلیل اور حجت سمجھتے ہیں۔ جماعت اسلامی کے امیر اور اس کی اتباع کرنے والوں کی امام صاحبؒ کے اس قول میں یہ مراد سمجھنا بڑی بے عقلی۔ اور بے بصیرتی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول خلیفہ منصور کو جواب کے علاوہ امام ابو حنیفہؒ کے دوسرے تلامذہ نے امام ابو حنیفہؒ کی زبان سے نقل کیا ہے۔ اور جن الفاظ میں نقل کیا ہے۔ وہ میزان کبریٰ میں مذکور ہے۔ اور انہیں الفاظ کے معنے میں امام ابو حنیفہؒ کے ان اقوال کو میں یہاں نقل کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ پورے وثوق کے ساتھ سمجھ لیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی مراد یہی ہے۔ جو میں نے ذکر کیا۔ اور جماعت اسلامی کا امیر مودودی صاحب اور اس کے رفقائے کار امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے نقل کرنے میں مسلمانوں کو سراسر دھوکا دیتے ہیں۔

ابو مطیع بلخیؒ فرماتے ہیں میں امام ابو حنیفہؒ کے پاس جامع کوفہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ سفیان ثوریؒ مقاتل ابن حیانؒ حماد ابن سلمہؒ، جعفر صادقؒ وغیرہ فقہاء تشریف لائے۔ اور امام ابو حنیفہؒ سے گفتگو کی۔ امام ابو حنیفہؒ نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ میں اللہ کی کتاب پر عمل کرتا ہوں۔ اس کے بعد سنت پر چلتا ہوں۔ اس کے بعد صحابہؓ کے فیصلوں پر چلتا ہوں۔ اور صحابہؓ کے متفقہ فیصلوں کو مختلف فیہ پر مقدم کرتا ہوں۔ اور ایسے وقت قیاس کرتا ہوں جب صحابہؓ کے مختلف اقوال ہوتے ہیں

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ ہم اللہ کی کتاب لیتے ہیں۔ پھر سنت کو لیتے ہیں۔ پھر صحابہؓ کے فیصلوں کو لیتے ہیں۔ صحابہؓ کے اتفاق پر عمل کرتے ہیں۔ اور جب صحابہؓ میں اختلاف ہوتا ہے۔ تو ہم علت جامعہ کی وجہ سے ایک حکم کو دوسرے حکم پر قیاس کرتے ہیں۔ تاکہ معنے واضح ہو جائیں۔ امام ابو حنیفہؒ اس قول میں تصریح کرتے ہیں۔ کہ آپ کا قیاس معنے کی وضاحت کے لئے تھا۔ اور جس صحابی کے قول میں وہ معنے واضح ہوا۔ تو امام ابو حنیفہؒ صحابہؓ کے اقوال میں اس صحابی کے قول کو لیتے ہیں۔ جس میں امام ابو حنیفہؒ کے قیاس نے نص کا معنے واضح کر دیا ہے۔

ابو مطیع بلخیؒ فرماتے ہیں۔ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا۔ آپ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی رائے کے مقابلہ پر اپنی رائے کو چھوڑتے ہیں۔ یا اس پر عمل کرتے ہیں؟ امام ابو حنیفہؒ نے جواب میں بیان فرمایا۔ میں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور تمام صحابہؓ کی رائے کے مقابلہ پر اپنی رائے چھوڑتا ہوں۔ اور ان کی رائے پر عمل کرتا ہوں۔

امام ابو حنیفہؒ کے یہ اقوال میزان کبریٰ میں مذکور ہیں۔ اور ان کا صریح معنے یہ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ ایک ایک صحابی کی رائے کے مقابلہ پر اپنے قیاس اور اجتہاد کو چھوڑتے تھے۔ اور صحابی کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ اور صحابہؓ کے مختلف اقوال کی صورت میں کسی صحابی کے ایک قول کے انتخاب کی ترجیح کے لئے امام ابو حنیفہؒ نے قیاس کیا ہے۔

بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ!

مودودی صاحب نے اگست ۱۹۶۳ء کے ترجمان القرآن میں میزان کبریٰ سے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے نقل کرنے میں ہاتھ ڈالا تھا۔ اور نومبر ۱۹۶۳ء کے

ترجمان القرآن میں مذکورہ مقالہ نویس نے امام سرخسیؒ کی کتاب اصول سرخسیؒ میں اپنے امیر کی تائید یا تقویت کے لئے پاؤں مارے ہیں۔ اس لئے مقالہ نویس کی تحریر لکھنے کے بعد اصول سرخسیؒ کے معانی کو قارئین کرام کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے۔ کہ ان صاحبوں کو ایسے حوالہ جات دینے کی عادت کیوں پڑ گئی ہے۔ جن سے ان کے نظریات زیادہ مشکوک اور بے سروپا ثابت ہوتے ہیں۔

مقالہ نویس کی تحریر

مقالہ نویس ترجمان القرآن ۱۹۶۳ء میں لکھتے ہیں۔ مذہب حنفی کے نامور فقیہہ شمس الائمہ سرخسیؒ اپنی کتاب الاصول جلد اول میں اجماع صحابہؓ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اور اجماع کا حجت ہونا اس وجہ سے ہے۔ کہ ایک بات پر اتفاق ہو جانے کے باعث حق و صواب کا پہلو واضح ہو جاتا ہے۔ یہ بات قول واحد کے معاملہ میں نہیں بلکہ قول جماعت ہی میں ظاہر ہوتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔ کہ قولِ واحد اس صورت میں بھی موجب علم نہیں ہوتا جب کسی جماعت نے اس کی مخالفت نہ کی ہو۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ قول منفرد حجت نہیں ہے۔ خواہ اس سے مختلف یا اس کی مخالفت میں کوئی دوسرا قول موجود ہو یا نہ ہو۔ پھر امام سرخسیؒ اسی کتاب کی جلد دوم صـ۱۰۵ پر ایک فصل کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ فصل فی تقلید الصّحابی۔ اس باب میں بھی وہ صحابی کے ایسے قول کی تقلید و عدم تقلید پر بحث فرماتے ہیں۔ جس کے مخالف کوئی دوسرا قول صحابی معلوم اور معروف نہیں ہے۔ اسی عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں:۔

صحابہؓ سے رائے کی بنا پر بعض فتوے صادر ہوئے ہیں۔ یہ ایسی کھلی ہوئی بات

ہے۔ جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور رائے کبھی غلط بھی ہوتی ہے۔ پھر صحابہؓ کے انفرادی فتویٰ میں صواب وخطا دونوں کا احتمال ہے۔ اس طرح کے فتویٰ کے بالمقابل رائے کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ جس طرح قیاس اور رائے کو تابعی کے قول کے مقابلہ میں ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

جواب:۔ امام سرخسیؒ کے ان دونوں حوالوں سے مقالہ نویس حنفیہ کا یہ مذہب ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ احناف صحابہؓ کے اجماع کو دلیل مانتے ہیں۔ اور ایک صحابی کے قول کو دلیل اور حجت تسلیم نہیں کرتے۔

امام سرخسیؒ کی کتاب میں مقالہ نویس کی منقولہ عبارتیں مذکور ہیں۔ پہلی عبارت جس سے مقالہ نویس نے حنفی مذہب میں صرف صحابہؓ کے اجماع کو دلیل اور حجت ثابت کرنا چاہا ہے۔ وہ عبارت اصولِ سرخسیؒ کی پہلی جلد صفحہ ۳۱۷ پر مذکور ہے۔ اور دوسری عبارت جس سے مقالہ نویس نے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے۔ کہ احناف کے مسلک میں صحابی کے انفرادی فتویٰ میں صواب اور خطاء دونوں کا احتمال ہے۔ اس لئے ایک صحابی کا قول دلیل اور حجت اور قیاس پر مقدم نہیں ہے۔

امام سرخسیؒ کی کتاب پہلی اور دوسری جلدیں یہ دونوں الگ بحثیں ہیں۔ پہلی جلد میں اجماع کی حجیت وغیرہ پر بحث ہے۔ اور دوسری جلد میں صحابی کے ایسے قول کی تقلید پر بحث ہے۔ جس کے مخالف کوئی دوسرا قول معلوم نہیں ہے۔ مقالہ نویس کی کسقدر مجبوری ہے۔ کہ وہ الگ الگ بحثوں کے دو مختلف حصے ملانے پر حنفیہ کے مذہب کو ثابت اور ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حنفیہ کا صاف اور ستھرا مسلک واضح غیر مبہم کلمات میں سابق عنوانات میں معلوم ہو چکا ہے۔ اس کے خلاف مقالہ نویس غلط فکر کی تائید کیلئے حنفی مسلک کو اِدھر اُدھر کی دوسری مباحث میں فضول تلاش کرتے ہیں۔ مقالہ نویس کی اضطراری

حرکات اس کے عجز اور ناکامی کے شواہد ہیں۔
امام سرخسیؒ نے اپنی دونوں مباحث میں جو کچھ لکھنا چاہا ہے۔ میں ان کو اختصار کے ساتھ نقل کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ قارئین کرام خود سوچ لیں اور سمجھ لیں۔ کہ امام سرخسیؒ اور اس کی کتاب کے حوالہ دینے میں مقالہ نویس سراسر فریب کرتا ہے۔
امام سرخسیؒ نے پہلی جلد میں ص۲۹۵ سے اجماع کی بحث کو شروع کیا ہے اور اجماع کے سبب اور اس کی قسمیں اور دوسری شروط پر بحث کی ہے۔ اور اس بحث کو طول دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ شیخ کرخیؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ اجماع کی شرط یہ ہے۔ کہ اپنے وقت کے تمام علماء ایک حکم پر اکٹھے ہو جائیں اور اگر علماء کی اکثریت ایک طرف ہے۔ اور ایک یا دو اہل علم دوسری طرف ہیں۔ تو ایسی صورت میں اجماع کا حکم ثابت نہیں ہوگا۔ امام سرخسیؒ شیخ کرخیؒ اور امام شافعیؒ کی مخالفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ میرے نزدیک ابوبکر رازیؒ کا یہ کہنا بہت زیادہ صحیح ہے۔ کہ اگر ایک عالم علماء کی جماعت کی مخالفت کرتا ہے۔ اور مسئلہ اجتہادی ہے۔ تو ایک عالم کی مخالفت سے بھی اجماع کا حکم ثابت نہیں ہوگا۔ اور اگر مسئلہ اجتہادی نہیں ہے۔ تو کسی ایک صاحب کی مخالفت کے باوجود بھی علماء کی اکثریت سے اجماع کا حکم ثابت ہوگا۔
امام سرخسیؒ نے اپنے پسندیدہ تحقیق کے لئے نقلی دلائل ذکر کئے ہیں۔ اور ایک یہ دلیل بھی لکھ دی ہے۔ کہ اگر کسی ایک عالم کی مخالفت سے بھی اجماع کا حکم ثابت نہیں ہوتا ہے۔ تو پھر کوئی ایک اجماع بھی منعقد نہ ہوگا۔ اس لئے کہ علمائے عصر میں ضرور ایک یا دو ایسے ہوں گے۔ جنہوں نے اس فتویٰ کو نہیں سنا ہے۔ اور یا اس کے خلاف ہوں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اجماع اس

اعتبار سے حجت ہے۔ کہ اس میں حق اور صواب کے پہلو کے ظاہر ہونے پر اہلِ علم کا اجتماع ہے۔ اور یہ معنی جماعت کے قول میں موجود ہے۔ اور واحد کے قول میں نہیں ہے۔

کیا نہیں دیکھتے کہ ایک عالم کا قول اس وقت بھی موجب علم نہیں ہوتا۔ جبکہ اس کے مقابلہ پر کوئی جماعت نہیں ہے۔ جو اس کی مخالفت کرتی ہے۔ اور جماعت کا قول موجب علم ہے۔ جبکہ اس کا مخالف ایک بھی نہیں ہے۔ پس اسی طرح ایک عالم کی مخالفت کے باوجود بھی جماعت کا قول حجت اور موجبِ علم ہے اسلئے کہ ایک کا قول جماعت کے قول کا معارضہ اور مقابلہ نہیں کرتا ہے۔ ہاں اگر یہ دو مختلف اقوال دو جماعتوں کے مختلف اقوال ہیں۔ تو پھر معارضہ اور مقابلہ ثابت ہوگا۔ اور ایسی صورت میں اجماع کا حکم ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اور حضورؐ کے اس ارشاد کی کہ "جس صحابی کی اقتدا کرو گے ہدائت پاؤ گے"۔ مراد یہ ہے۔ کہ جب ایک صحابی کے مخالف ایسی دلیل جو موجب علم ہے۔ موجود نہیں ہے۔ تو ایسی صورت میں ایک ایک صحابی کی اقتدار میں ہدائیت ہے۔

کیا نہیں دیکھتے ہو۔ کہ ایک صحابی کے قول کے مقابلہ پر اگر نص موجود ہے۔ تو ایک صحابی کے قول کی اتباع جائز نہیں ہے۔

امام سرخسیؒ کی یہ تمام بحث انعقاد اجماع پر ہے۔ کہ ایک عالم کی مخالفت انعقاد اجماع کے لئے مضر نہیں ہے۔ اور شیخ کرخیؒ اور امام شافعیؒ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے جس حدیث سے استدلال کیا تھا۔ کہ ایک ایک صحابی کی اقتدار میں حضورؐ نے ہدائیت حاصل کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ایک صحابی کے اختلاف سے بھی صحابہؓ کا اجماع منعقد نہیں ہوگا۔ ورنہ ایک صحابی کی اقتدار میں رسالت مآبؐ ہدائیت پانے کا ارشاد نہ فرماتے۔ اسی طرح ایک عالم کی

مخالفت سے اجماع کا انعقاد نہ ہونا چاہیئے۔

امام سرخسیؒ ان حضرات کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے یہ سمجھاتے ہیں۔ کہ ایک ایک صحابی کی اقتدار میں ہدائیت پانے کا ارشاد اس صورت میں ہے۔ جب ایک صحابی کے قول کے مقابلہ پر دوسرے ایک صحابی کا قول ہے۔ تو ان دونوں اقوال کا ایک وزن ہے۔ اور دونوں کی قوت برابر ہے۔ تم دونوں میں سے جس قول کو چاہتے ہو اس میں تمہارے لئے ہدائیت ہے۔ اور اگر ایک صحابی کے قول کے مقابلہ پر اس سے زیادہ وزن اور قوت کی دلیل موجود ہے۔ تو جس میں زیادہ وزن اور قوت ہے وہی دلیل اور حجت ہے۔

امام سرخسیؒ نے اس حقیقت کی مزید وضاحت کے لئے یہ مثال دی ہے۔ کہ اگر ایک صحابی کے قول کے مقابلہ پر سنّت موجود ہے۔ تو سنّت کا وزن اور قوت صحابی کے قول کے مقابلہ پر زیادہ ہے۔ اس لئے سنّت دلیل اور حجّت ہے۔ بیشک اگر ایک صحابی کا قول صحابہؓ کے اجماع کے مقابلہ پر آیا ہے۔ تو دلیل اور حجّت اجماع ہے۔ امام سرخسیؒ کی اس تمام بحث کو سامنے رکھ کر پڑھو اور سوچو۔ اس کا خلاصہ اور مقصد یہی ہے۔ جو میں نے عرض کر دیا ہے لیکن مقالہ نویس خود غرض ہے۔ وہ دل چراتا ہے۔ اور اصل مقصد میں الجھن ڈالتا ہے۔ ہمارا مقصد یہ نہیں ہے۔ کہ ایک صحابی کا قول صحابہؓ کے اجماع کے مقابلہ پر بھی ایسی دلیل اور حجت ہے۔ جیسا کہ صحابہؓ کا اجماع دلیل اور حجّت ہے۔ بلکہ اس تمام بحث کا مقصد یہ ہے۔ کہ صحابہؓ کے مختلف اقوال ہیں۔ اور کسی ایک قول کو اجماع کی تائید حاصل نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ہر ایک صحابی کا قول دلیل اور حجّت ہے۔ اور قیاس پر مقدم ہے۔ اور جماعت اسلامی کا امیر مودودی صاحب اور اس کے متبعین اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور اپنے اس انکار میں اپنے ساتھ امام

سرخسیؒ کے ماننے میں مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ امام سرخسیؒ کی یہ بحث نفس اجماع کی حجیت پر ہے۔ وہ اس بحث میں یہ نہیں بتلانا چاہتے۔ کہ صحابہؓ کا اجماع حجت ہے۔ اور ایک صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔ صحابہؓ کا ذکر امام سرخسیؒ نے شیخ کرخیؒ اور امام شافعیؒ کے جواب میں کیا ہے۔ اور یہ بتلا دیا ہے۔ کہ ایک صحابی کے قول سے اوپر کی دلیل سنت ہے۔ اور ایک صحابی کا قول دوسرے صحابی کے قول کی طرح برابر کی دلیل اور برابر ایک حجت ہے۔

امام سرخسیؒ کی کتاب کا دوسرا حوالہ

مقالہ نویس امام سرخسیؒ کی کتاب دوسری جلد صـ۱۰۵ کا حوالہ دیتے ہیں۔

امام سرخسیؒ اسی صفحہ سے ایک صحابی کے قول کی تقلید اور عدم تقلید کی بحث کو شروع کرتے ہیں۔ اور ابو سعید بردعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ ایک صحابی کا قول قیاس پر مقدم ہے۔ ایک صحابی کے قول کے مقابلہ پر بھی قیاس کو چھوڑا جائیگا۔ اور یہی ہمارے مشائخ حنفیہ کا مسلک ہے۔ اور اس قول کی تائید میں امام سرخسیؒ نے ابو بکر رازیؒ سے امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ سے چند مسائل اور جزئیات ذکر کیئے ہیں۔ اور اس قول کے مقابلہ پر امام سرخسیؒ نے شیخ کرخیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ ایک صحابی کے قول پر قیاس کو مقدم کیا جائے گا۔ اور شیخ کرخیؒ کے دلائل کا ذکر کرتے ہوئے امام سرخسیؒ نے شیخ کرخیؒ کی ایک دلیل یہ بھی ذکر کی ہے۔ جس کو مقالہ نویس نے نقل کیا ہے۔ اور اصول سرخسیؒ کے صـ۱۰۷ پر مذکور ہے۔ اس کے بعد صـ۱۰۸ سے امام سرخسیؒ ابو سعید بردعیؒ کی طرف سے شیخ کرخیؒ کے دلائل کا جواب دیتے ہیں۔ اور لکھا ہے۔ ابو سعید بردعیؒ کا قول زیادہ صحیح ہے۔ اور شیخ کرخیؒ کے تمام دلائل کا جواب لکھا۔ اور مقالہ نویس

نے امام سرخسیؒ کے نام پر شیخ کرخیؒ کی جس دلیل کو نقل کیا تھا۔ امام سرخسیؒ اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔ کہ صحابی کے قول میں یہ احتمال ہے۔ کہ وہ صحابی کی اجتہادی رائے نہیں ہے۔ بلکہ وہ حضورؐ سے حدیث اور سنّت کی روائت ہے۔ اسلئے کہ صحابہؓ کی یہ عادت ہے۔ کہ کبھی حضورؐ کا نام لے کر سنّت کو روائت کرتے ہیں۔ اور کبھی سنّت کا ذکر نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے موافق فتویٰ دیتے ہیں۔ جس قول میں یہ احتمال ہے۔ کہ وہ صاحب وحی سے روائت ہے۔ تو محض رائے پر اس کو مقدم کرنے میں شک نہیں ہے۔ اس وجہ سے رائے پر صحابی کے قول کی تقدیم ایسی ہے۔ جیسا کہ قیاس پر خبر واحد کی تقدیم ہے۔ اور اگر صحابی کا وہ قول صحابی کی رائے بھی ہے۔ تو صحابہؓ کی رائے بھی دوسروں کی رائے سے بہتر اور اقویٰ ہے۔ اس لئے کہ صحابہؓ نے احکام حوادث کے بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ دیکھا ہے۔ اور صحابہؓ نے ایسے احوال دیکھے ہیں۔ جن میں نصوص آئے ہیں۔ اور صحابہؓ نے وہ مواقع دیکھے ہیں جن کے اعتبار سے احکام بدلتے ہیں۔ ایسے معانی کے اعتبار سے صحابہؓ کی آراء کو ان حضرات کی آراء پر ترجیح حاصل ہے۔ جن کے حالات صحابہؓ کے حالات جیسے نہیں ہیں۔ اور جب صحابہؓ کی وہ آراء متعارض ہیں تو ان میں سے ایک رائے کے لئے کسی قسم کی ترجیح ثابت ہو جائے۔ تو اس رائے پر عمل کرنا واجب ہے۔ اور اسی طرح جب ہم میں سے کسی ایک کی رائے کسی ایک صحابی کی رائے سے متعارض ہو جائے۔ تو ہماری رائے پر صحابی کی رائے کی تقدیم واجب ہے۔ اس لئے کہ صحابی کی رائے کی تقدیم واجب ہے۔ اس لئے کہ صحابی کی رائے میں زیادہ قوت ہے اور اسی طرح ہم اپنے زمانہ میں مجتہدین کے بارہ میں کہتے ہیں۔ اس لئے کہ امام ابو حنیفہؒ کا ضابطہ اور اصل یہ ہے۔ کہ جو مجتہد اجتہاد کا طریقہ بہت زیادہ خوب

جانتا ہے۔ اور اس کے اجتہاد میں قوت زیادہ ہے۔ تو اس کی رائے ایسے مجتہد کی رائے پر مقدم ہے۔ جو اس سے کم ہے۔ جیسا کہ مفتی مجتہد کی رائے عامی پر مقدم ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک زمانہ کے مجتہدین طریقہ اجتہاد کی معرفت اور حال کے اعتبار سے برابر ہوتے ہیں۔ اس لئے ایک مجتہد اپنی رائے کو دوسرے مجتہد کی رائے کے مقابلہ پر نہ چھوڑے۔ لیکن یہ حال مجتہد صحابی اور مجتہد غیر صحابی کے درمیان ایسا نہیں ہے۔ صحابہؓ کے حال اور ان کے طریقہ علم میں اور دوسرے مجتہد کے حال اور طریقہ علم میں بڑا فرق ہے۔ صحابہؓ نے تمام وہ احوال اور مواقع دیکھے ہیں۔ اور رسالت مآب ﷺ سے سنے ہیں۔ جن میں احکام آئے ہیں۔ صحابہؓ کی رائے اور اجتہاد بہر حال دوسرے مجتہدین کی رائے اور اجتہاد پر مقدم ہے۔

اس کے بعد امام سرخسیؒ اصول سرخسیؒ جلد دوم ص ۱۱۲ پر لکھتے ہیں۔ حضرات صحابہؓ کے مختلف اقوال میں ہم نے ظاہر کر دیا ہے۔ کہ صحابہؓ کے اقوال سے باہر حق نہیں ہے۔ بلکہ حق صحابہؓ کے اقوال کے اندر ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں ہے۔ کہ صحابہؓ کے اقوال سے باہر اور متجاوز دوسری رائے قائم کرے۔

امام سرخسیؒ کی بحث کا خلاصہ قارئین کرام نے پڑھ لیا۔ امام موصوف نے صاف اور تفصیل کے ساتھ یہ لکھدیا ہے۔ کہ صحابہؓ کی رائے کو اپنے قیاس اور اجتہاد پر مقدم کرنا بہر حال واجب ہے۔ اور صحابہؓ کی آراء کے علاوہ اپنا اجتہاد اور قیاس کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ صحابہؓ کی آراء میں سے کسی صحابی کی رائے کو لینا حنفی مذہب میں ضروری اور واجب ہے۔ اور صحابہؓ کے اقوال کے ہوتے ہوئے صحابہؓ کے اقوال سے باہر نکلنا

اور اپنا اجتہاد اور قیاس کرنا حنفی مسلک میں کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔
مقالہ نویس کا شیخ ابوالحسن کرخیؒ کی ایک شخصی رائے کو حنفیہ کے مسلک بتلانے میں اور جس مسلک کی امام سرخسیؒ نے تردید کی ہے۔ اس کو امام سرخسیؒ کا پسندیدہ بتلانے میں حنفی مسلک پر اور امام سرخسیؒ پر بڑا ظلم ہے۔

شافعیہ کا مسلک

مقالہ نویس نے اصول سرخسیؒ کے حوالہ سے حنفیہ کے مسلک کو اپنی تحریفات کے گرد و غبار سے جس طرح آلودہ کرنا چاہا تھا۔ اسی طرح امام غزالیؒ کے حوالہ سے امام شافعیؒ کا اصل مذہب چھپانے کی کوشش کی ہے۔

مقالہ نویس عنوان بالا کے تحت لکھتے ہیں۔ اس کے بعد اب مسلک شافعیؒ کو لیجیے۔ امام غزالیؒ المستصفیٰ جزء اوّل۔ باب الاصل الثانی من الاصول الموہومۃ قول صحابی کے تحت بحث کرتے ہوئے پہلے فرماتے ہیں۔ کہ بعض کے نزدیک مذہب صحابی علی الاطلاق حجت ہے۔ بعض کے نزدیک غیر قیاسی مسائل میں حجت ہے۔ اور بعض کے نزدیک صرف ابوبکرؓ اور عمرؓ کا قول حجت ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک مذہب صحابی کی حجیّت کے حق میں یہ سارے اقوال باطل ہیں۔ جس انسان کو غلطی اور سہو لاحق ہونا ممکن ہو۔ اور جس کے لئے عصمت ثابت نہ ہو۔ اس کے قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔ پس صحابہؓ کے قول سے کیسے سند پکڑی جاسکتی ہے۔ جبکہ ان سے خطاء کا صدور جائز ہے۔ کسی حجت متواترہ کے بغیر ان کی عصمت کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اور اس گروہ کو کیسے معصوم متصور کیا جاسکتا ہے۔ جن میں اختلاف واقع ہو۔ آخر دو معصوموں کے مابین کیسے اختلاف ممکن ہے۔ یہ سب کچھ کیسے

ممکن ہے۔ جبکہ صحابہؓ نے خود صحابہؓ سے اختلاف کے جواز پر اتفاق کیا ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے اپنے خلاف اجتہاد کرنے پر نکیر نہیں کی۔ بلکہ مسائل اجتہاد میں ہر مجتہد پر اس کے اپنے اجتہاد کی پیروی لازم کی ہے۔ صحابہؓ کے معصوم ہونے پہ کوئی دلیل نہ ہونا اور ان کے درمیان اختلاف کا پایا جانا اور ان کا خود اس امر کی تصریح کرنا۔ کہ ان سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ یہ تین باتیں ایسی ہیں جو ہمارے مسلک کے حق میں دلیل قاطع ہیں۔

جواب:۔ امام غزالیؒ شافعی ہیں۔ اور امام شافعیؒ کے مذہب کی حمایت میں امام غزالیؒ نے پورے جوش اور عقیدت کے ساتھ قاطع دلائل قائم کئے ہیں۔ امام غزالیؒ کے قطعی دلائل کے جائزہ لینے سے پیشتر امام شافعیؒ کا مذہب نقل کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے۔ کہ جس مذہب کی حمائت کے جوش میں قطعی دلائل قائم کئے گئے ہیں۔ وہ مذہب ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ امام غزالیؒ کے سننے میں آیا ہے۔ اور مقالہ نویس اپنی تائید میں اس کو نقل کرنا چاہتا ہے۔

امام شافعیؒ کا مذہب

امام غزالیؒ اسی کتاب اور اسی بحث میں لکھتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے قدیم قول میں فرمایا۔ صحابی کا قول اگر پھیل گیا تھا۔ اور اس کا مخالف کوئی قول نہیں تھا۔ تو اس کی تقلید جائز ہے۔ اور امام شافعیؒ نے دوسری جگہ فرمایا۔ اگرچہ صحابی کا قول نہیں پھیلا تھا۔ تب بھی اس کی تقلید کی جائے گی۔ اور جدید قول میں امام شافعیؒ نے اس قدیم قول سے رجوع کیا اور کہا۔ کہ عالم صحابی کی تقلید نہیں کرے گا۔ جیسا کہ ایک عالم دوسرے عالم کی تقلید نہیں کرتا۔ اس لئے کہ جس

دلیل سے ایک عالم کے لئے دوسرے عالم کی تقلید کرنا حرام ہے۔ اس دلیل کے اعتبار سے صحابی اور غیر صحابی میں فرق نہیں ہے۔ صحابی ہو یا غیر صحابی عالم ہو اسکی تقلید عالم کے لئے حرام ہے۔

اگر امام شافعیؒ کا جدید قول وہی ہے۔ جو امام غزالیؒ نے نقل کیا ہے۔ تو پھر امام غزالیؒ کے دیئے ہوئے دلائل اس پر منطبق ہو سکتے ہیں۔ اور اگر امام شافعیؒ کا جدید قول بھی قدیم قول کی طرح ہے۔ تو پھر سوال یہ ہوگا۔ کہ امام غزالیؒ ان دلائل میں کسی کے مذہب کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے قدیم اور جدید قول کے معلوم کرنے کے لئے امام شافعیؒ کی مختصر زندگی کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

امام شافعیؒ کی کل زندگی

حافظ ابنِ عبدالبرؒ کتاب الانتقاء میں لکھتے ہیں۔ سنہ ۱۵۰ھ میں غزہ کے مقام میں امام شافعیؒ کی ولادت ہوئی ہے۔ اور دو سال کی عمر میں مکہ معظمہ لائے گئے۔ امام شافعیؒ یمن تشریف لے جانے سے پیشتر تیرہ سال کی عمر میں امام مالکؒ اور امام محمدؒ سے پڑھتے رہے۔ عمر کا اکثر حصہ مکہ معظمہ میں گذارا اور مکہ معظمہ سے امام شافعیؒ کا علم اور فتویٰ پھیلتا رہا۔ سنہ ۱۹۵ھ میں بغداد تشریف لے گئے۔ اور دو سال ٹھہرے ہیں۔ بغداد سے مکہ معظمہ واپس لوٹے ہیں۔ اور سنہ ۱۹۸ھ میں پھر بغداد تشریف لائے ہیں۔ اور کچھ ماہ ٹھہرے ہیں۔ پھر مصر تشریف لے گئے۔ اور مصر میں وفات پائی۔

ربیع ابنِ سلیمان کہتے ہیں۔ سنہ ۲۰۰ھ میں امام شافعیؒ ہمارے پاس مصر تشریف لائے ہیں۔ اور سنہ ۲۰۴ھ میں مصر میں پچپن سال کی عمر میں امام شافعیؒ

نے وفات پائی ہے۔ امام شافعیؒ کے مصری اقوال کو جدید اقوال کہا جاتا ہے۔

امام شافعیؒ کے مذہب کے رواۃ

حافظ ابن عبدالبرؒ اور دوسرے حضرات علماء نے ایسے حضرات رواۃ کے نام لکھے ہیں۔ جنہوں نے امام شافعیؒ سے آپ کا مذہب روائیت کیا ہے۔ اور اس فہرست میں اسمٰعیل ابن یحیٰی مزنی اور ربیع ابن سلیمان مرادی بھی ہیں۔ یہ دونوں حضرات امام شافعیؒ کے تلامذہ اور امام شافعیؒ کے مصری اقوال کے رواۃ ہیں۔

نوویؒ تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں۔ ربیع ابن سلیمان مرادی کو امام شافعیؒ کے مذہب کا رادی کہا جاتا ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے اصحاب میں ہر ایک کو کسی نہ کسی امتیازی وصف سے یاد کیا ہے۔ اور ربیع ابن سلیمان کو امام شافعیؒ نے فرمایا۔ آپ میری کتابوں کے رادی ہیں۔

امام بیہقیؒ، امام شافعیؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں۔ ربیع ابن سلیمان مرادی صدق اور اتقان کے ساتھ امام شافعیؒ کی جدید کتابوں کو روائیت کرتے ہیں، امام شافعیؒ کی جدید کتابوں کے پڑھنے کے لئے ربیع ابن سلیمان کے پاس اطراف ملک سے لوگ سفر کرتے تھے۔ اور یوسف ابن یحیٰی بویطی مصری امام شافعیؒ کے شاگردوں میں سب سے بڑے ہیں۔ اور فتویٰ میں امام شافعیؒ، یوسف ابن یحیٰی پر اعتماد کرتے تھے۔ اور امام شافعیؒ نے اپنی وفات کے بعد یوسف ابن یحیٰی بویطی کو اپنے تلامذہ پر خلیفہ بنایا تھا۔ امام شافعیؒ کے علم اور مذہب کی اشاعت ایسے حضرات علماء نے کی ہے۔ جو یوسف ابن یحیٰی کے حلقہ درس سے فارغ ہوکر آئمہ نکلے ہیں۔ یوسف ابن یحیٰی فرماتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے علم اور مذہب کے

بارہ میں مجھ سے ربیع ابن سلیمان مرادی زیادہ ثقہ اور ثبت ہے۔ علامہ خضری فقہ اسلامی کی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ ربیع ابن سلیمان امام شافعیؒ کے مذہب کی روائیت میں نہایت ثقہ خیال کیے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر اسمٰعیل ابن یحیٰی مزنی اور ربیع ابن سلیمان کا روائیت میں تعارض ہو جاتا ہے۔ تو امام شافعیؒ کے تلامذہ ربیع ابن سلیمان کی روائیت ہی کو مقدم سمجھتے ہیں۔ ربیع ابن سلیمان نے ۲۷۰ھ میں چھیانویں سال کی عمر میں وفات پائی۔

اس تفصیل سے میری مراد یہ ظاہر کرنا ہے۔ کہ مصر میں تشریف لانے کے بعد امام شافعیؒ کا قول جدید کہلاتا ہے۔ اور امام شافعیؒ کے جدید اقوال کا ممتاز راوی ربیع ابن سلیمان ہے۔ ربیع ابن سلیمان امام شافعیؒ کے جدید قول کی روائیت میں اگر اسمٰعیل ابن یحیٰی اور ربیع ابن سلیمان میں اختلاف ہوتا ہے۔ تو امام شافعیؒ کے تلامذہ ربیع ابنِ سلیمان کی روائیت پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں۔ کہ امام شافعیؒ کا جدید قول وہی صحیح اور ثبت ہے۔ جس کو ربیع ابن سلیمان نے روائیت کیا ہے ہمیں یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ ربیع ابن سلیمان نے امام شافعیؒ کا جو مذہب اور قول نقل کیا ہے۔ امام شافعیؒ کا جدید قول اور مذہب وہی ہے۔ میں حافظ ابن قیمؒ کی کتاب اعلام الموقعین سے ربیع ابنِ سلیمان کی زبان سے امام شافعیؒ کا مذہب اور قول نقل کرنا چاہتا ہوں۔

حافظ ابن قیمؒ کی روائیت

حافظ ابنِ قیمؒ مذکورہ کتاب کی پہلی جلد رائے محمود کی پہلی قسم میں لکھتے ہیں۔ امام شافعیؒ رسالہ بغدادیہ میں فرماتے ہیں۔ صحابہؓ کی آراء ہماری آراء سے زیادہ محمود اور زیادہ بہتر ہیں۔ اور ہم جن پسندیدہ لوگوں سے ملے ہیں۔ یا ہمارے سے ان

شہر میں ہم سے جن پسندیدہ حضرات کی حکایت کی گئی ہے۔ ان تمام حضرات آئمہ علم نے ایسے وقت جب سنّت موجود نہیں ہوتی۔ صحابہؓ کے اقوال کی طرف رجوع کیا ہے۔ اگر ان میں اتفاق ہے۔ یا بعض صحابہؓ کا قول لیا ہے۔ اگر ان میں اختلاف ہے۔ ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ ہم صحابہؓ کے اقوال سے باہر نہیں جاتے۔ اور اگر ایک صحابی کا قول ہے۔ اور دوسرے صحابی نے اس کی مخالفت نہیں کی ہے۔ تو ہم ایک صحابی کا قول لیتے ہیں۔

جب امام شافعیؒ کے نزدیک صحابہ کی رائے کا یہ مقام ہے۔ جو مذکور ہوا۔ تو جدید قول میں کتاب الفرائض میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ جد اور اخوت کی میراث میں یہ مذہب ہے۔ جس کو ہم نے زید ابنِ ثابت سے حاصل کیا ہے۔ اور ہم نے فرائض کا اکثر حصّہ زید ابنِ ثابت سے لیا ہے۔ اور فرمایا۔ میری رائے اور قیاس میں راہب کو قتل کرنا جائز ہے۔ لیکن ابو بکرؓ صدیق کے اثر کے مقابلہ پر میں نے اپنا قیاس چھوڑ دیا ہے۔ اور ربیع ابنِ سلیمانؒ روایت کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ بدعت وہ ہے۔ جو کتاب سنّت اور بعض صحابہؓ کے اثر کے خلاف ہے۔ صحابہؓ کے اثر کے خلاف قول اور فعل امام شافعیؒ نے بدعت بتلایا ہے۔

حافظ ابنِ قیمؒ کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام شافعیؒ کا جدید قول بھی وہی ہے۔ جو آپ کا قدیم قول ہے۔ اور کتاب اور سنّت کی طرح جو قول صحابی کے اثر کے خلاف ہے۔ امام شافعیؒ نے اس کو بدعت ظاہر فرمایا ہے۔

حافظ ابنِ عبد البرؒ نے جامع بیان العلم میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے عجیب و غریب اقوال نقل کئے ہیں۔ اس لئے حافظ ابنِ قیمؒ کی دوسری تحریر کو میں یہاں نقل کرنا چاہتا ہوں۔

حافظؒ اعلام الموقعین ۔ تیسری جلد فصل تجواز الفتویٰ بالآثار سلفیہ" میں لکھتے ہیں صحابہؓ کا فتاویٰ تابعین کے فتاویٰ سے بہتر اور تابعین کا فتاویٰ تبع تابعین کے فتاویٰ سے بہتر ہے ۔ اور اسی طرح آگے۔

جسقدر کسی کا عصر حضورؐ کے عصر کے قریب ہے ۔ اسی قدر اس میں صواب اغلب ہے ۔ اور یہ حکم ہر ہر فرد کے اعتبار سے نہیں بلکہ جنس کے اعتبار سے ہے۔

اسکے آگے حافظؒ لکھتے ہیں ۔ میں نہیں جانتا کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے ایسے لوگ کیا عذر کریں گے ۔ جنہوں نے اپنے متاخرین آئمہ متبوعین کے فتاویٰ تو لئے ہیں ۔ اور ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ابنِ مسعودؓ، ابوالدرداءؓ، زید بن ثابتؓ اور ان کے امثال دوسرے حضرات صحابہؓ کے فتاویٰ کو چھوڑتے ہیں ۔ اور صحابہؓ کے آثار پران کے اقوال کو ترجیح دیتے اور مقدم رکھتے ہیں۔

اس فصل سے آگے فصل میں حافظؒ لکھتے ہیں ، اگر ایک صحابیؓ کی مخالفت دوسرے صحابی نے نہیں کی ۔ اور اس ایک صحابی کا قول مشہور ہوگیا ہے ۔ تو فقہاء کی جمہور جماعت نے کہا ہے ۔ کہ صحابی کا وہ ایک قول بھی اجماع ہے ۔ اور اگر اس ایک صحابی کا قول دوسرے صحابہؓ میں مشہور نہیں ہوا ہے ۔ تو جمہور امت نے کہا ہے ۔ کہ وہ حجت ہے ۔ اور یہ جمہور حنفیہ کا مسلک ہے۔

امام محمدؒ نے صراحت کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ سے ذکر کیا ہے ، امام مالکؒ اور اور اس کے اصحابؒ کا بھی مذہب یہی ہے ۔ اسحٰق ابنِ راہویہ اور ابی عبید کا منصوص مذہب بھی یہی ہے ۔ امام احمدؒ اور آپ کے جمہور اصحاب کا اور قدیم اور جدید میں امام شافعیؒ کا بھی منصوص مذہب یہی ہے ۔ امام شافعیؒ کے قدیم قول کا شوافع اقرار کرتے ہیں ۔ لیکن امام شافعیؒ کے جدید قول میں یہ

حکایت کی جاتی ہے۔ کہ ایک صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔ امام شافعیؒ سے اس حکایت میں کھلم کھلا نظر ہے۔ اس لئے۔ کہ امام شافعیؒ سے جدید قول میں ایک حرف بھی اس حکایت میں شوافع کو یاد نہیں رہا ہے۔ کہ صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔ بہت سے بہت شوافع کی اس حکائیت کی بنا یہ ہے۔ کہ امام شافعیؒ صحابہؓ کے اقوال کو حکائیت کرتے ہیں۔ اور پھر ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگر صحابہؓ کے اقوال حجت ہوتے۔ تو امام شافعیؒ ان کی حکائیت کرنے کے بعد ان کی مخالفت نہ کرتے۔ شوافع کا یہ خیال اور امام شافعیؒ کی اس روش سے ان کا استدلال بہت ضعیف ہے۔ اس لئے کہ مجتہد ایک معلوم دلیل کی مخالفت ایسی دلیل کے مقابلہ پر کرتا ہے۔ جو اس سے زیادہ قوی ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ مجتہد جس دلیل کی مخالفت کرتے ہیں۔ اسکو دلیل نہیں جانتے۔ بلکہ اس کی مخالفت اس لئے کرتے ہیں۔ کہ اس سے زیادہ راجح دلیل موجود ہے۔ اور بعضے شوافع نے یہ کہا ہے۔ کہ امام شافعیؒ جدید قول میں صحابہؓ کے اقوال کو ذکر کرتے ہیں۔ اور ان پر اعتماد نہیں کرتے۔ بلکہ ایک قسم قیاس سے ان کو قوت دیتے ہیں۔ شوافع کی یہ دلیل پہلی دلیل سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ اس لئے کہ اہل علم کی عادت ہے۔ کہ دلیل پر دلیل دیتے ہیں اور ایک دلیل سے دوسری دلیل کی تقویت اور مدد کرتے ہیں۔ مگر ایسا کرنے کے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ اہل علم پہلی دلیل کو دلیل نہیں جانتے۔ ربیع ابن سلیمان جدید قول میں امام شافعیؒ سے یہ روائیت کرتے ہیں۔ کہ صحابی کے قول کی طرف لوٹنا واجب ہے۔ اور امام شافعیؒ نے فرمایا۔ جو قول صحابی کے اثر کے خلاف ہے۔ وہ بدعت ہے۔ ضلالت ہے۔ ربیع ابن سلیمان نے امام شافعیؒ کا یہ قول مصر میں لیا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ امام شافعیؒ صحابی کے قول

کو اونچا مقام دیتے ہیں۔

امام بیہقیؒ لکھتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے فرمایا۔ جب صحابہؓ کے آثار مختلف ہوتے ہیں۔ اور کتاب و سنت و اجماع نہیں ہے۔ تو ہم صحابہؓ کے اقوال میں ایسے قول کو لیتے ہیں۔ جس کے ساتھ قیاس ہے۔ یا وہ قیاس میں زیادہ صحیح ہے۔

امام شافعیؒ کا یہ قول اسمٰعیل ابن یحییٰ مزنیؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ جیسا کہ جامع بیان العلم میں ابن عبد البرؒ نے اس کو لکھا ہے۔

بیہقیؒ لکھتے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کتاب اور سنت کے بعد ہم صحابہؓ کے اقوال کی طرف آتے ہیں۔ یا ان میں ایک قول کی طرف آتے ہیں۔ پھر ان میں حضرت ابو بکرؓ کی، حضرت عمرؓ کی، حضرت عثمانؓ کی تقلید کو ہم بہت پسند کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ علم کے طبقات ہیں۔ کتاب و سنت پہلا طبقہ ہے۔ دوسرا طبقہ اجماع ہے۔ تیسرا طبقہ صحابی کا قول ہے۔ اگر اس کے خلاف دوسرے صحابی کا قول نہیں ہے۔ اور چوتھا طبقہ صحابہؓ کے اقوال ہیں جن میں اختلاف ہے۔ اور پانچواں طبقہ قیاس ہے۔ امام شافعیؒ کے یہ تمام بیانات جدید اقوال ہیں بیہقیؒ فرماتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے فرمایا۔ کہ اگر کسی قول پر کتاب اور سنت کی دلالت نہیں تو ہم حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کے اقوال کو دوسرے صحابہؓ کے اقوال پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اگر صحابہؓ میں اختلاف ہے۔ تو ہم صحابہؓ کے اس قول کو لیتے ہیں۔ جس پر کتاب اور سنت کی دلالت ہے۔ اور اگر کتاب اور سنت کی دلالت نہیں ملتی ہے۔ تو ہم صحابہؓ کی اکثریت کو دیکھتے ہیں۔ اور اگر اکثریت بھی نہیں ہے۔ تو ہم صحابہؓ کے اقوال میں انتخاب کرتے ہیں۔ اور اگر ہمارے زمانہ میں یا اس سے پہلے جس صحابی کے قول پر مفتیوں کا اجماع دیکھتے ہیں۔ تو ہم اس کی اتباع کرتے ہیں۔ اور جب ہم ان امور میں کوئی امر بھی کسی واقعہ میں نہیں دیکھتے ہیں

تو پھر ہمارے لئے اجتہاد اور قیاس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں۔ کہ امام شافعیؒ کی یہ تمام تصریحات جدید اقوال میں ہیں۔ ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں۔ کہ امام شافعیؒ نے قدیم قول سے رجوع نہیں کیا ہے۔ اور آپ کا جدید قول بھی وہی ہے۔ جیسا کہ قدیم قول کو شوافع نقل کرتے ہیں۔ آہ!

امام شافعیؒ کے یہ صریح اقوال ہیں۔ جن کو حافظ ابن قیمؒ، امام بیہقیؒ کی کتاب مدخل سے روایت کرتے ہیں۔ اور جن کا صریح مفہوم یہی ہے۔ کہ صحابی کا قول حجت اور قیاس پر مقدم ہے۔ اور صحابہؓ کے اقوال کے اختلاف کی صورت میں امام شافعیؒ صحابہؓ کے اقوال سے باہر نہیں جاتے۔ بلکہ صحابہؓ کے مختلف اقوال میں سے ایک قول کو قیاس اور دوسرے کو مرجحات سے ترجیح دیتے اور انتخاب کرتے ہیں۔ اور حافظ ابن قیمؒ کو امام شافعیؒ کے مذکورہ اقوال پر اس قدر وثوق اور اعتماد ہے۔ کہ حافظؒ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں۔ کہ امام شافعیؒ کے جدید اقوال میں وہی بیان ہے۔ جو قدیم اقوال میں آچکا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ اللہ کو گواہ بناتے ہیں۔ کہ امام شافعیؒ نے اس قدیم قول سے اس مسئلہ میں رجوع نہیں کیا ہے۔ امام بیہقیؒ کو جسقدر امام شافعیؒ کے مذہب کی حمائیت اور شغف ہے۔ امام غزالیؒ کو اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ اہل علم نے کہا ہے۔ امام شافعیؒ نے حدیث اور فقہ میں امت پر احسان کیا ہے۔ اور بیہقیؒ نے امام شافعیؒ کے مذہب کی حمائیت میں امام شافعیؒ پر احسان کیا ہے۔ امام شافعیؒ کے مذہب کے نقل کرنے میں اور اس کی حمائیت کرنے میں امام بیہقیؒ کا بہت بلند اور اونچا مقام ہے۔ امام شافعیؒ کے مذہب بتلانے میں امام بیہقیؒ بدرجہا زیادہ اعتماد کے قابل ہیں۔ امام غزالیؒ اپنے مقام میں اونچے ہیں۔ اور اپنے وقت اور اپنے خاص علم میں بڑے فائق اور فوق العادہ

فاضل ہیں۔ مگر امام بیہقیؒ امام بیہقیؒ ہیں۔ لہٰذا ہم امام شافعیؒ کے مذہب کے نقل کرنے میں امام غزالیؒ کی مذکورہ نقل کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے ہیں اور امام بیہقیؒ پر پورا اعتماد کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ امام شافعیؒ کے جدید اقوال بھی وہی ہیں۔ جو امام بیہقیؒ نے نقل کئے ہیں۔ امام بیہقیؒ امام غزالیؒ سے سینتالیس سال متقدم ہیں۔ اس لئے امام بیہقیؒ کو بہتر سے بہتر آدمی امام شافعیؒ کے مذہب کے بارہ میں ملے ہوں گے۔ امام شافعیؒ کے صحیح مذہب معلوم کر لینے کے بعد امام غزالیؒ کے اس کہنے کی کوئی وقعت نہیں رہی کہ اقوال صحابہؓ کی حجیت کے بارہ میں اہل علم کے تمام اقوال شوافع کے ہاں باطل ہیں۔ اسلئے اگر شوافع امام شافعیؒ کی تقلید پر خوش ہیں۔ اور امام شافعیؒ کی تقلید میں شوافع کا مسلک بنتا ہے۔ تو امام شافعیؒ کا مذہب یہی ہے۔ کہ صحابی کا قول حجت ہے دلیل ہے۔ اور قیاس سے مقدم ہے۔ نیز مقالہ نویس کا امام غزالیؒ کی کتاب کے حوالہ سے اپنی تائید کے لئے امام شافعیؒ کا مذہب نقل کرنا لغو اور فضول ثابت ہوا۔ اس لئے۔ کہ امام شافعیؒ کا مذہب وہ نہیں ہے۔ جس کو مقالہ نویس اپنی تائید میں نقل کرتا ہے۔ اس کے بعد امام غزالیؒ کے دلائل پر توجہ اور التفات دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے۔ کہ جس مفروضہ مذہب کے لئے امام غزالیؒ نے دلائل قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس مفروضہ مذہب سے امام بیہقیؒ نے امام شافعیؒ کے علم و تقدس کے دامن کو پاک رکھا ہے مگر پھر بھی امام غزالیؒ کے دیئے ہوئے دلائل کا جائزہ فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

امام غزالیؒ کے دلائل

امام غزالیؒ کے دلائل منطقیانہ قسم کے دلائل ہیں۔ کتاب اور سنت سے

امام غزالیؒ نے اپنے دعویٰ کو ثابت نہیں کیا۔

پہلی دلیل:۔ صحابہؓ کی عصمت پر متواتر دلیل قائم نہیں ہے۔

دوسری دلیل:۔ صحابہؓ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور دو معصوموں کے مابین اختلاف نہیں ہوتا۔

تیسری دلیل:۔ صحابہؓ نے صحابہؓ سے اختلاف کے جواز پر اتفاق کیا ہے۔ صحابہؓ نے دوسرے صحابی کے قول پر نکیر نہیں کیا ہے۔

جواب۔ (۱) ہم صحابہؓ کی عصمت کے قائل نہیں ہیں۔ بیشک صحابہؓ معصوم نہیں ہیں۔ مگر محفوظ ضرور ہیں۔ مگر ہم اس کو اصول نہیں تسلیم کرتے۔ کہ معصوم ہی کا قول دلیل اور حجت ہے۔ اور صحابہؓ کے اقوال کی حجیت صحابہؓ کی عصمت کی بنیاد پر نہیں ہے۔ بلکہ صحابہؓ کے آثار کو ہم اللہ کی ضمانت اور اللہ کے رسول کی ذمہ داری میں دلیل اور حجت مانتے اور کہتے ہیں۔ صحابہؓ کی اتباع میں اللہ تعالےٰ نے رضوانِ الٰہی کے تقاضا میں ہم سے صحابہؓ کی اتباع کا مطالبہ کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے سنن کے التزام کا اور عبداللہ ابنِ مسعودؓ کے عہد سے تمسک کرنے کا امر فرمایا۔ اور رسالت مآبؐ نے تمام صحابہؓ کو حق اور صواب کی شناخت میں اپنے طریقہ کے ساتھ صحابہؓ کے طریقہ کو رکھتے میں صحابہؓ کے طریقہ کی اتباع اور پابندی کی ہدائیت فرمائی ہے۔ ہم اس سے بحث نہیں کرتے۔ کہ صحابہؓ معصوم ہیں یا نہیں ہیں۔ صحابہؓ کے اقوال میں غلطی اور سہو کا امکان ہے یا نہیں ہے۔ ہمارا اہم مقصد رسالت مآبؐ کے ایسے اوامر کی تعمیل ہے۔ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صحابہؓ کے اقوال صحابہؓ کی سنّت اور صحابہؓ کے طریقہ کی اتباع کی پابندی پر مامور فرمایا ہے۔ اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ جس حکم کی تعمیل میں ہم صحابہؓ کے اقوال کی پابندی کا

التزام رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کے نبی اور معصوم کا امر ہے۔ اس میں نہ غلطی ممکن ہے۔ اور نہ سہو کا امکان ہے۔ نیز ثقہ رواۃ کی روایت دلیل اور حجت ہے۔ اکثر اہلحدیث کہتے ہیں۔ کہ بخاری اور مسلم کے آحاد بھی حجت ہیں۔ اور ان سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔ ابن حزمؒ کہتے ہیں۔ کہ بخاری اور مسلم کے علاوہ بھی عادل واحد کی خبر دلیل اور حجت ہے۔ اور علم و عمل دونوں کو واجب کرتا ہے۔

صبحی صالحؒ علوم حدیث میں لکھتے ہیں۔ کہ ابن حزمؒ کے قول کی اتباع بہت لائق ہے۔ کیا مسلمؒ اور بخاریؒ کے رواۃ کی عصمت قطعی دلائل سے ثابت ہے؟ مسلمؒ اور بخاریؒ کے رواۃ میں غلطی اور سہو کا امکان نہیں ہے؟۔

کیا عادل کی خبر واحد جس سے علم حاصل ہوتا ہے۔ اور اس پر عمل واجب ہے۔ اس کی عصمت قطعی دلائل سے ثابت ہے؟ اور اس سے غلطی اور سہو کا امکان اٹھ گیا ہے؟۔

اگر ثقہ رواۃ کی روایت میں غلطی اور سہو کا امکان موجود ہے۔ اور ان کی عصمت قطعی دلائل سے ثابت نہیں ہے۔ اور آئمہ جرح و تعدیل کی توثیق کے پیش نظر ہم ان کی روایت کو دلیل اور حجت مانتے ہیں۔ اور ان کی خبر سے علم لیتے ہیں۔ اور ان کی خبر پر عمل کرنے کو واجب کہتے ہیں۔ تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعدیل اور توثیق پر صحابہؓ کے اقوال کو دلیل اور حجت کے تسلیم کرنے میں کیا شک ہوتا ہے۔ اور کیوں دغدغہ اٹھتا ہے!۔

۲۔ دوسری دلیل کا جواب:۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے۔ کہ انبیاءؑ معصوم ہیں۔ اور ان کے ادیان میں فروعات اور جزئیات میں اختلاف ہوتا ہے۔ اگر انبیاء کے ادیان میں وقت کا حالات کا، مصالح کا ایسا تقاضا تھا۔ تو صحابہؓ کے ذہن کے اعتبار سے عزیمت، رخصت، عفو، یسر، ترک اور

اختیار کے اعتبار سے ان کی آراء میں اختلاف ہونا چاہیئے۔ مجتہدین کے قیاسات میں حرج اور مصالح کے پیش نظر اختلاف ہوا ہے۔ اگر نفس اختلاف سے کسی دلیل کی حجیت ٹوٹتی ہے۔ تو قیاس بھی دلیل نہ ہونی چاہیئے۔ اور ثقہ اور عادل رواۃ کی روایات میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ تو ایسے رواۃ کی روایات سے بھی احتجاج نہ ہونا چاہیئے جن میں اختلاف ہوتا ہے!۔

بات یہ ہے۔ کہ ایک عمل کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اور ایک مقصد کے حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک حکم کے متعدد علل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے افکار اور دلائل میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ اور یہ اختلاف ان کی حجیت کے منافی نہیں ہے۔

۳۔ **تیسری دلیل کا جواب** یہ ہے۔ کہ صحابہؓ نے ایک دوسرے کو مخالفت کرنے کی اجازت دی ہے۔ مگر اس کا معنے یہ ہے۔ کہ ہر ایک صحابی اپنی رائے کی طرح دوسرے صحابی کی رائے کو دلیل اور حجت سمجھتے تھے۔ اور یہ دونوں دلائل ایک درجہ کے اور مساوی مقام کے دلائل ہیں۔ ایک دلیل اپنے برابر اور مساوی دلیل پر انکار نہیں کرتی۔ اور غالب نہیں آتی۔ صحابہؓ نے کبھی اپنی رائے پر آنے کی دعوت دی ہے۔ صحابہؓ نے کبھی دونوں آراء کو خیر اور بہتر بتلایا ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ نے اپنی رائے کی طرح حضرت عثمانؓ کی رائے کو بھی خیر بتایا ہے۔ اور حضرت عثمانؓ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی آراء کو رشد اور بہتر بتلایا ہے۔ صحابہؓ ہر ایک صحابی کی رائے پر عمل کرنے میں اختیار دیتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کی رائے کو اپنی رائے کے مقابلہ پر سنکر فرمایا۔ کہ رائے سب کے لئے برابر ہے۔ اگر صحابہؓ ایک دوسرے کی رائے کو دلیل اور حجت نہیں جانتے تھے۔ تو ضرور تھا

کہ ایک صحابی دوسرے صحابی کی رائے پر نکیر کرتے یا اپنی رائے کو دوسرے صحابی کی رائے کے مقابلہ پر چھوڑ دیتے۔ لیکن صحابہؓ کا دوسرے صحابیؓ کی رائے پر نکیر نہ کرنا اور اپنی رائے پر قائم رہنا اور دوسرے صحابی کی رائے کی طرف رجوع نہ کرنا۔ اس حقیقت کے شواہد ہیں۔ کہ صحابہؓ اپنی رائے کو دلیل اور حجّت جانتے تھے۔ اور دوسرے صحابی کی رائے کو بھی دلیل اور حجّت سمجھتے تھے۔ امام غزالیؒ کی وجوہات اور دلائل کا یہ جائزہ ہے۔ جو آپکے سامنے ہے۔

جماعت اسلامی میں جو صاحبان منسلک ہوتے ہیں۔ ان کو وجوہات اور دلائل کی بیماری لگتی ہے۔ وجوہات اور دلائل کو پڑھتے اور سناتے تو ہیں۔ مگر وجوہات اور دلائل کی جان سے بحث نہیں کرتے۔ ان صاحبوں نے بڑے شوق سے مذکورہ وجوہات اور دلائل کو ذکر کیا ہے۔ مگر کچھ نہیں سوچا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ ان صاحبوں کو دوسروں پر تنقید کرنے کا شوق ہے۔ مگر اپنے مفید مطلب باتوں پر خاموش رہتے ہیں۔ اور آنکھ بند کر لیتے ہیں۔ ان صاحبوں کو امام غزالیؒ کے ساتھ اس قدر حُسنِ ظن نہیں ہے۔ جس قدر جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب سے عقیدت رکھتے ہیں۔ مگر اس موقعہ پر امام غزالیؒ کے کلام کو اسلئے طول دیا ہے۔ اور دینا چاہتے ہیں۔ کہ اس کو اپنے لئے مفید اور دوسروں کے مقابلہ پر دلیل سمجھتے ہیں۔ ورنہ جو لوگ صحابی کے قول کو حجّت اور دلیل نہیں جانتے اور اپنے قیاس اور اجتہاد کو صحابی کے قول پر مقدّم رکھنا پسند کرتے ہیں اور اس کو اسلام کی خدمت اور دین کی تبلیغ جانتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ امام غزالیؒ کے کلام سے احتجاج کیسا اور حجّت کیوں قائم ہوگی۔

کتاب اور سُنّت میں صحابہؓ کی اقتداء

مقالہ نویس امام غزالیؒ کے کلام کی نقل کو طول دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اس کے بعد امام غزالیؒ ان اصحاب کے دلائل کا ذکر کرتے ہیں۔ جو فضائل صحابہؓ پر مشتمل آیات واحادیث سے تقلید صحابہؓ کو جائز یا لازم سمجھتے ہیں۔ اور اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ تمام ثنا ہے۔ جس سے صحابہؓ کرام کے عمل دین اور اللہ کے ہاں ان کے مرتبہ کے بارہ میں حُسنِ اعتقاد لازم آتا ہے۔ لیکن اس سے ان کی تقلید کا نہ جواز لازم آتا ہے۔ نہ وجوب۔ یہ سب تعریف ومنقبت ہے۔ اس سے اقتداء بالکل لازم نہیں ہوتی۔

جواب:۔ امام غزالیؒ نے ایسا لکھا ہے۔ مگر جماعت اسلامی سے منسلک حلقہ کو صحابہؓ کی تقلید اور اتباع بھی جائز نہیں معلوم ہوتی ہے۔ آج امام غزالیؒ کی تقلید اور اتباع کیوں واجب اور فرض محسوس ہو رہی ہے؟۔

جب تک صحابہؓ کی تقلید اور اتباع کی حرمت اور امتناع پر جماعت اسلامی کا امیر اور اس کے متبعین کوئی قطعی اور واضح دلیل قائم نہ کریں۔ تو کسی عالم کے لکھنے سے کسی پر اتمام حجت نہیں کر سکتے۔ صحابہؓ کے فضائل کا باب الگ ہے۔ اور صحابہؓ کی تقلید اور اتباع محمود ہے۔ اس لئے کہ ارباب فضائل آگے ہوتے ہیں۔ اور دوسرے حضرات ان کے پیچھے چلتے ہیں۔ ارباب فضائل کو علم اور حق کی اتباع نے فضیلت کا مقام بخشا ہے۔ علم اور حق کی اتباع اور تقلید کرنے میں کسی صاحب عقل کو دریغ اور شبہ نہیں ہوتا ہے۔ مگر صحابہؓ کے بارہ میں صرف فضائل نہیں ذکر کئے گئے ہیں۔ بلکہ کتاب اور سنت میں صحابہؓ کی اتباع کا مقصود ہونا ظاہر فرمایا گیا ہے۔ اور صحابہؓ کی اقتداء اور اتباع کے اوامر دیئے گئے ہیں۔ اور صحابہؓ کے علم پر شہادت دی گئی ہے۔ اور علم اور اہل علم سے دریافت کرنے پر قرآن شریف نے مامور فرمایا ہے۔ یہ صرف تعریف اور منقبت نہیں ہے۔ بلکہ صحابہؓ کی اقتداء اور اتباع میں چلنے والوں کی تعریف اور منقبت کی راہ ہیں۔

اور صحابہؓ کے طریقہ پر قائم ہیں۔ اور چلتے ہیں۔

مقالہ نویس کی بحث تمام ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس پر تنقید بھی آپ کے سامنے ہے۔ قارئینِ کرام اپنے لئے جو راہ پسند کرتے ہیں اس کو اختیار کریں۔ ایک طرف جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب کی رائے اور اجتہاد ہے۔ اور مقابلہ پر تمام اُمتِ مسلمہ کا اعتقاد اور آئمہ اعلام کا علم و نظر صحابہؓ کے آثار۔ اور پیغمبرانہ ارشادات ہیں۔ قارئینِ کرام کی مرضی ہے۔ کہ ایسے مقدس اور پاکیزہ چشموں سے سیراب ہوتے ہیں۔ یا جماعتِ اسلامی کے امیر مودودی صاحب کے اجتہادی گڑھوں میں ڈبکیاں مارتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

شبہ اور اس کا جواب

شبہ:۔ امام غزالیؒ شافعی ہیں۔ اور جب آپ نے امام شافعیؒ کا قدیم قول سے رجوع کرنا مذہب نقل کیا ہے۔ تو ہمیں امام شافعیؒ کا وہی مذہب سمجھنا چاہیئے۔

جواب:۔ شوافع میں قدیم اور جدید مذہب یا قول کے نام سے امام شافعیؒ کا مسلک متعارف ہوتا ہے۔ اور شوافع کی کتابوں میں ایسی مثالیں مذکور ہیں۔ کہ امام شافعیؒ کے جدید قول میں شوافع اختلاف کرتے ہیں۔ بعضے شوافع امام شافعیؒ کے جدید قول کو امام شافعیؒ کے قدیم قول کے مخالف بتلاتے اور اس پر فتویٰ دیتے ہیں۔ اور دوسرے بعضے شوافع امام شافعیؒ کے جدید قول کو امام شافعیؒ کے قدیم قول کے موافق روائیت کرتے ہیں۔ اور اس پر فتویٰ دیتے ہیں۔ اور شوافع کے محققین اہل علم شوافع کے ایسے فریق سے اتفاق کرتے ہیں

جن نے امام شافعیؒ کے جدید قول کو قدیم قول کے موافق روائیت کیا اور اس پر فتویٰ دیتے ہیں۔ چنانچہ بخاریؒ کے اس باب کی شرح میں باب الماء الذی یغسل فیہ شعر الانسان۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ کہ مصنفؒ (بخاری) بالوں کی طہارت پر مرفوع حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ اور قدیم قول کی طرح امام شافعیؒ نے جدید قول میں بھی انسان کے بالوں کی طہارت کو بیان فرمایا ہے۔ اور امام شافعیؒ کے تلامذہ کی ایک جماعت نے اس قول کی تصحیح کی ہے۔ اور خراسانیین کا طریقہ بھی ہے۔ اور عراقیون نے امام شافعیؒ کے جدید قول میں یہ بیان کیا ہے۔ کہ انسان کے بال ناپاک ہیں۔ اور عراقیوں نے اس روائیت کی تصحیح کی ہے۔ اور اس مرفوع حدیث کے جواب میں شوافع کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ کے بال مکرم ہیں۔ ان پر دوسرے انسانوں کے بالوں کو قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ حضورؐ کے بالوں کی یہ خصوصیّت ہے۔ کہ وہ پاک ہیں۔ حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں۔ حق یہ ہے۔ کہ احکام تکلیفیہ میں حضورؐ کا حکم عام تمام مکلفین کا سا ہے۔ جبتک کسی دلیل سے حضورؐ کا کسی حکم میں خصوصیّت ثابت نہ ہو۔ حافظ ابنِ حجرؒ لکھتے ہیں۔ بہت سے شوافع کی کتابوں میں جو اس کے خلاف لکھا ہوُا ہے۔ اس پر التفات اور توجہ نہ کیجیئے۔ آئمہ شوافع کو اتفاق ہے۔ کہ انسان کے بال پاک ہیں۔

شیخؒ نے بخاریؒ کی شرح عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔ مزنیؒ۔ ربیع ابن سلیمانؒ یوسف ابنِ یحییٰؒ نے امام شافعیؒ سے روائیت کیا ہے۔ کہ زندہ انسان کے بال پاک ہیں۔ ابراہیمؒ اور داروردیؒ نے مزنیؒ سے روائیت کیا ہے۔ کہ امام شافعیؒ نے اس روائیت سے رجوع کیا ہے۔ اور اس بحث کو طول دیا ہے۔ شیخؒ نے شوافع کے طول پر شناعت کے ساتھ کلام کیا ہے۔ اور امام غزالیؒ پر بھی اسی بحث میں اظہارِ ناراضگی کرتے ہوتے لکھا ہے۔ یاللغزالی من ھفوات حتیٰ فی تعلقات النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

غرض یہ کہ شوافع سے امام شافعیؒ کے جدید قول کی روائیت کرنے میں کبھی تساہل ہوتا ہے۔ اور لیے احتیاطی ہوتی ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ امام شافعیؒ نے قدیم قول سے رجوع کیا ہے۔ اور جدید قول کی روائیت یا انکو پہنچی نہیں ہے۔ یا امام شافعیؒ کے مسائل اور طریقہ استدلال سے اپنے فکر میں امام شافعیؒ کا جدید قول بنا لیتے ہیں۔ لیکن شوافع کے عمدہ اہل علم اور آئمہ فقہ ایسے حضرات کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ سے روائیت کرتے ہیں۔ اور اس کی تصحیح کرتے ہیں۔ اور متاخرین شوافع حفاظ حدیث امام شافعیؒ کے رجوع کو تسلیم نہیں کرتے اور آئمہ فقہ سے اتفاق کرتے ہیں جیساکہ اس مذکورہ مسئلہ میں بعضے شوافع نے بالوں کی نجاست کو امام شافعیؒ سے روائیت کیا اور کہا کہ امام شافعیؒ نے اگر بالوں کو پاک کہا تھا تو اس سے رجوع کیا ہے مگر حافظ ابن حجرؒ نے بالوں کی طہارت کے قول سے امام شافعیؒ کے رجوع کو تسلیم نہیں کیا اور قدیم اور جدید دونوں اقوال میں امام شافعیؒ سے بالوں کی طہارت کی روائیت کی تصحیح کی اسیطرح حافظ ابن قیمؒ نے امام غزالیؒ کی اس روائیت کو کہ امام شافعیؒ نے جدید قول میں صحابی کے قول کی دلیل اور حجیت کی حیثیت سے رجوع کیا ہے تسلیم نہیں کیا ہے۔ اور امام شافعیؒ کے قدیم قول کی طرح جدید قول میں بھی امام بیہقیؒ کے متعدد حوالوں سے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ امام شافعیؒ صحابی کے قول کو دلیل اور حجیت کی شان میں تسلیم کرتے ہیں۔ اگر ماوردیؒ اور دوسرے حضرات شوافع سے بالوں کی طہارت کے بارہ میں امام شافعیؒ کی روائیت کے نقل کرنے میں تساہل ہوا ہے تو صحابی کے قول کی دلیل اور حجیت کے بارہ میں امام شافعیؒ سے جدید قول میں رجوع کرنے کی روائیت میں امام غزالیؒ اور دوسرے حضرات شوافع نے کوتاہی کی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ ۱۳۸۳ھ

(محمد امین الحق عفی عنہ خطیب جامع شیخو پورہ) ماہ رمضان المبارک

(حررہ محمد عطاء اللہ جمیر کانی)

(تعلیمی پریس لاہور)

صحابہ رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں

مودودی مسلک

پر نقد و نظر

اس مختصر تحریر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیارِ حق ہونے پر سیر حاصل بحث ہے۔
اور یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ جماعتِ اسلامی کے امیر مودودی صاحب کا یہ مسلک،
کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق نہیں ہیں، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقید لازم اور ضروری ہے
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ائمہ سلف، اور فقہائے اُمت کے فکر و نظر کا مخالف اور قرآن شریف
کی آیات کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا مزاحم مذہب ہے۔
اور نیز یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ جماعتِ اسلامی کے امیر مودودی صاحب
نے اس غلط اور فاسد مسلک کی نسبت کرنے میں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ
پر صریح افتراء کیا ہے۔ اور اُمتِ مسلمہ کے دوسرے فقہائے کرام کے نام پر
دروغگوئی میں بڑی جرأت کی ہے۔

قیمت فی جلد دو روپیہ